شازیہ مصطفیٰ

مکمل ناول

عید سے پہلے عید

''ڈیڈی! میرا یہاں دل بالکل دل نہیں لگ رہا ہے' ہم یہاں نہیں رہ سکتے ہیں۔'' وہ بڑی بے زار اور جھنجلائی ہوئی تھی کہ ریحان احمد کی تنقیدی نگاہیں اس پر اٹھیں جو بلیو جینز پر پنک ٹی شرٹ میں اپنے لیئر کٹنگ بالوں کے ساتھ ان کے سامنے کھڑی تھی۔

''لگ جائے گا دل بھی۔'' انھوں نے اخبار میں ہنوز اپنی دلچسپی برقرار رکھی۔

''آپ کی بیٹی کا جب دل نہیں لگ رہا ہے' تو ہمیں واپس جانا چاہیئے۔'' فوزیہ بیگم تو خود یہاں آکر کب خوش تھیں۔

''میں نے جو سوچا ہے بالکل ٹھیک سوچا ہے' وہاں رہ کر تم سب اتنے آزاد خیال ہو گئے ہو کہ اپنی مشرقی اقدار تک کو بھول گئے ہو۔''

''ریحان! آپ نہیں بھولئے کہ جیسا دیس ہوتا ہے' ویسا بھیس بھی اپنانا پڑتا ہے۔'' وہ ناگوری سے تڑخ کے گویا ہوئی تھیں۔

''یہ مت بھولو کہ ہم مسلمان ہیں اور مسلمان ہونے کے اور اسلام کے جو تقاضے ہیں ہم اس سے باہر نکل چکے ہیں۔'' ان کی چبھتی ہوئی طنزیہ نگاہ حنیہ پر اٹھی تھی جو کتنی بے باک سی ہو گئی تھی' وہ یہی سوچ کر تو امریکہ سے پاکستان آئے تھے کہ اپنی بیٹی کی یہاں شادی کر کے جائیں گے۔ حنیہ' ملیکہ اور فوزان کے مقابلے میں خاصی پر اعتماد' نڈر اور کچھ بے باک بھی تھی۔

''ڈیڈی! میں......''

''بس کوئی بحث نہیں ہو گی' شام میں میرے دوست کی فیملی آئے گی' ذرا تم ماں بیٹی اپنا حلیہ درست کر لینا' یہ سمجھ کر یہ امریکہ نہیں پاکستان ہے۔'' ایک طنزیہ حکم دیا تھا۔ وہ دونوں ہی خفیف سی ہو گئی تھیں۔

ریحان احمد کے ایک دیرینہ دوست تھے' ان سے ان کی دوستی آج بھی برقرار تھی اور آج اپنے دوست کی فیملی کو بھی اسی لئے بلایا تھا' کیونکہ انھوں نے اپنے بیٹے کا رشتہ ان کی بیٹی حنیہ کے لئے دے دیا تھا مگر ابھی تک ریحان احمد نے کسی کو نہیں بتایا تھا' ورنہ ابھی سے ہی ماں بیٹی ہنگامہ شروع کر دیتیں۔

شام پانچ بجے ریحان احمد نے ذرا سختی اور درشتگی سے حنیہ کو قمیض شلوار کا لباس پہننے کو کہا تھا' وہ برے برے منہ بناتے ہوئے تیار ہوئی تھی۔

''آپی! کتنی پیاری لگ رہی ہیں آپ اس ڈریس میں۔''

''شٹ اپ' مجھے اتنی الجھن ہو رہی ہے اس ڈریس سے' شلوار اور دوپٹہ سنبھالنا مشکل ہو رہا ہے۔'' وہ جھنجھلائی ہوئی ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی تھی۔ اسی وقت فوزیہ بیگم اتنی بھنائی ہوئی اندر آئی تھیں کہ دونوں ہی چونک گئیں۔

''مجھے جس بات کا ڈر تھا وہی کیا تمہارے ڈیڈی نے۔''

''کیا کر دیا۔'' حنیہ کچھ سمجھی نہیں تھی۔

''جلدی آؤ' تمہیں پتہ چل جائے گا۔'' وہ چہرے پر اتنی ناگواری اور غصہ لئے ہوئے آگے بڑھ گئی تھیں' حنیہ دوپٹہ سائیڈ پر ڈالے اپنے لیئر کٹنگ بالوں کو ہلاتی ہوئی چلی آئی' وہاں موجود لوگوں کی حیرانگی سے نگاہ اٹھی تھی۔

تین خواتین اور تین مرد حضرات تھے مگر ان میں ایک بھوری آنکھوں والا شخص جو وائٹ قمیض شلوار میں ملبوس تھا' چہرے پر ہلکی بڑھی ہوئی شیو اس کی مردانہ وجاہت کو اور گریس فل بنا رہی تھی' وہ جھجھک کر رکی۔

''آؤ...... آؤ بیٹا! ہمارے پاس آکر بیٹھو۔'' فاطمہ نے اسے اپنے پاس بلایا سلام کو نا تو جیسے بھول ہی گئی تھی۔

اس بھوری آنکھوں والے نے ایک نگاہ میں ہی اس کا جائزہ لے لیا تھا کہ وہ کتنی بے باک اور ماڈرن ہے پھر اس نے نگاہ ہٹالی تھی۔

''بھائی صاحب! میں انگوٹھی تو ابھی پہنا دیتی ہوں۔''

''ہم پہلے حنیہ سے تو پوچھ لیں۔'' فوزیہ بیگم گھبرا گئیں۔

''ہاں ہاں پوچھ لیں۔'' عبید احمد گویا ہوئے۔

''ارے عبید! تم کیسی بات کر رہے ہو' جب اشہب میرا بیٹا ہوا تو حنیہ تمہاری بیٹی ہو گئی۔ بھابی انگوٹھی پہنایئے۔'' ریحان احمد تو چاہ رہے تھے جلدی سے ہی ان کی بیٹی کے پیروں میں بیڑیاں پڑ جائیں۔ حنیہ کچھ سمجھ ہی نہ پائی کہ یہ لمحوں میں ہوا تو کیا ہوا وہ تنک کے اٹھ کر ڈرائنگ روم سے ہی نکل گئی۔

اشہب اس لڑکی کی ہر ہر ادا کو بغور دیکھ چکا تھا' وہ کونسا خوش خوش یہاں آیا تھا' ابو نے دھمکی ہی ایسی دی تھی کہ اسے چپ ہونا پڑا تھا' اسے ویسے ہی اتنی بے باک لڑکیاں بری لگتی تھیں' جو کسی کو اہمیت ہی نہیں دیتی تھیں اور یہ لڑکی اسے خاصی ٹیڑھی لگی تھی۔

☆......☆......☆

''دیکھا تھا آپ نے اس کا بی ہیویئر۔'' وہ بری طرح کھول رہا تھا' کل شام سے وہ سلگ ہی رہا تھا۔

''اشہب! لڑکی بہت پیاری ہے۔'' ثناء بھابی نے کھلے دل سے تعریف کی۔

''لگتا ہے آپ سب صرف خوبصورتی پر مرمٹے ہیں۔'' وہ تو جلا بھنا ہوا تھا' کیونکہ ابو کی دھمکی ہی ایسی تھی اسے اپنی آواز کو احتجاج کو دبانا پڑا تھا۔

''ایک تو میری پڑھائی باقی ہے' مجھے ماسٹر کرنا ہے' ایم بی اے کرنا ہے۔''

''کس نے روکا ہے اپنی پڑھائی جاری رکھو' ہمیں تمہاری شادی تو کرنی تھی' تعلیم پوری ہونے سے پہلے ہو جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔'' امی تو اسے ہر طرح سے سمجھا کے ٹھنڈا کرنا چاہ رہی تھیں۔

''امی! میری پڑھائی ڈسٹرب ہو گی آپ پلیز ابو کو سمجھایئے۔'' وہ اتنا ہراساں اور لاچار لگ رہا تھا کہ ثناء بھابی کو اس پر ترس آنے لگا۔

''اشہب! تم ابو کو جانتے ہو وہ جو بات کہہ دیں وہ پوری ہوتی ہے' تم اپنی پڑھائی جاری رکھو پھر میں حنیہ سے ملی ہوں اچھی لڑکی ہے تم مینج کر لو گے۔'' وہ بات کرتے ہوئے نگاہ چرانے لگیں۔

''اچھی لڑکی...... اونہہ! آپ سب کے درمیان سے دیکھا تھا کیسی بل کھاتے اٹھی تھی' صاف لگ رہا تھا اس کے انداز سے اور آنٹی کے انداز سے کہ وہ اس رشتے پر خوش نہیں ہیں۔'' وہ تو جتنی دیر وہاں بیٹھا تھا' ان ماں بیٹی کے تاثرات کا جائزہ ہی لیتا رہا تھا۔

''اگر تمہیں اپنی بکواس اسی طرح جاری رکھنی ہے' تو ابھی دفع ہو جاؤ یہاں سے مجھے ایسی اولاد کی کوئی ضرورت نہیں جو میری نافرمانی کرے۔'' عبید احمد کب سے اس کی بحث بھری گفتگو باہر کھڑے سن رہے تھے' ان سے برداشت نہ ہوا تو اندر چلے آئے وہ تو گڑبڑا ہی گیا۔ ثناء بھابی تو بیٹھے سے کھڑی ہو گئیں' امی ادھر ادھر نگاہ چرانے لگیں۔

''یہ سب تمہارے لاڈ کا نتیجہ ہے' جو ہماری ہی اولاد آج ہمارے منہ پر چڑھ رہی ہے۔'' ان کی توپوں کا رخ امی کی جانب ہو گیا۔ اشہب لب بھینچ کر اندر کا غصہ دبانے لگا۔

''وہ کوئی منع تھوڑی کر رہا ہے۔'' امی نے دفاع کرنا چاہا۔

''یہ ساری بکواس اس کی میں نے سنی۔ ہے' پڑھ پڑھ کے آج ہمیں پڑھانے چلے ہیں۔'' انھوں نے ہنکارتی اور طنزیہ نگاہوں سے اسے گھورا وہ سر جھکا کے کھڑا تھا صرف اس لئے اپنی زبان بند کی ہوئی تھی کہ وہ امی کو سنانے لگتے ہیں۔

''اگر تمہیں اپنی مرضی کرنی ہے تو میری نگاہوں کے سامنے سے دفع ہو جاؤ۔''

''ابو! پلیز آپ میری بات سمجھیئے صرف دو سال کی تو بات ہے میں واپس آؤں گا' تو کر لوں گا شادی۔'' وہ ایک دم نرم سا پڑ گیا۔

''لیکن مجھے تو تمہاری شادی ابھی کرنی ہے۔'' وہ بضد تھے کیونکہ ریحان احمد نے اپنی بیٹی کے متعلق جو سب کچھ انہیں بتا دیا تھا' اس لئے وہ چاہتے تھے کہ جلد سے جلد شادی ہو جائے۔

''تم اپنی پڑھائی کرتے رہنا' دو سال کا تمہارا باہر کا کورس ہے' وہ بھی کر آؤ مگر شادی تمہیں کر کے جانی ہو گی۔'' وہ بھی خاصے دور اندیش تھے کیونکہ باہر کے ملک کی آزاد فضاؤں کو وہ بھی جانتے تھے' پھر وہ اشہب کو بھی بھاری ذمہ داری سے دبانا چاہ رہے تھے تاکہ وہ آنکھ چرا کے بھاگے نہ' اسے یہ خیال تو رہے گا کہ وہ شادی شدہ ہے۔

''آپ کو پتہ ہے نا مجھے تین ماہ بعد جانا ہے۔''

''ہاں پتہ ہے مجھے' میں نے ریحان کے سامنے ساری بات رکھ کر ہی تمہارا رشتہ طے کیا ہے' اس ایک ماہ کے اندر شادی ہو جائے گی' تم اور حنیہ کچھ سیٹ بھی ہو جاؤ گے۔'' وہ گویا ہوئے۔ اشہب تلملاتے ہوئے دانت پیسنے لگا' کیونکہ ابو تو اپنے فیصلے سے ایک انچ نہیں ہٹ رہے تھے' وہ ہتھیلی پر مکا مار کر رہ گیا۔

ثناء بھابی نے ان کے جانے کے بعد رکا ہوا سانس بحال کیا امی کے بھی جان میں جان آئی' اشعر بھائی اندر آئے تو اس کا منہ لٹکا ہوا دیکھا انھوں نے ثناء بھابی سے اشارے میں پوچھا۔

''یار! تم اتنا پریشان کیوں ہو رہے ہو۔'' وہ مبہم سی معنی خیز مسکراہٹ لے کر گویا ہوئے۔

''اشعر بھائی! اس کے دل میں تو لڈو پھوٹ رہے ہوں گے کہ میری شادی ہو رہی ہے۔'' جاذب نے شرارتی لہجے میں کہا۔

اشہب نے مکا تان لیا کیونکہ اسے جاذب کا چڑانا بہت آگ لگا تا تھا۔

''تم سے چھوٹا ہوں اور شادی شدہ ایک بچے کا باپ ہوں۔'' اس نے فوراً کہا۔

''میرے ازلی دشمن تم ہی ہو۔'' وہ اسے دھکا دے کر کمرے سے نکل گیا۔ امی اور ثناء بھابی تو آہ بھر کر رہ گئیں تھیں۔

☆......☆......☆

ادھر اس نے رو رو کر گھر سر پر اٹھا لیا تھا' ایسے میں پھر ریحان احمد نے ہی اسے قابو کیا اور جو الفاظ اس کے کانوں میں منتقل کئے اس کا رواں رواں کانپ گیا' وہ وحشت زدہ سی اپنے باپ کو دیکھنے لگی' جو آج کتنا دور اور پرایا لگ رہا تھا۔

''تم چاہے کتنا چیخو' چلاؤ' مگر میں واپس امریکہ نہیں جاؤں گا' اور نہ پھر میں زندگی بھر تم سے بات کروں گا۔''

''ڈیڈی!'' وہ متوحش زدہ سی انہیں خالی خالی نگاہوں سے دیکھنے لگی' جو اتنے لاتعلق اور پرائے لگ رہے تھے۔

''اگر ڈیڈی کو خوش رکھنا ہے' تو میری بات مانو اور اگر خود کو خوش رکھنا ہے' تو مجھ سے کبھی بات نہیں کرنا کیونکہ سارے اختیار تم خود رکھنا چاہتی ہو' اپنے سارے فیصلے تم کرنا چاہتی ہو تو اپنے ڈیڈی کو بھلا کر کرنا سمجھیں۔'' اپنی آخری بات کہہ کر وہ سپاٹ انداز میں کھڑے ہو گئے۔

''ڈیڈی پلیز ایسا تو نہ کریں۔''

''مجھے ایسا کرنے پر تم نے مجبور کیا ہے' سمجھیں' کیونکہ اگر میں اپنی اولاد کی عزت کی حفاظت نہ کر پایا تو بخشش میری بھی نہیں ہوگی۔'' وہ حنیہ پر بھولے سے بھی نگاہ ڈالنا نہیں چاہ رہے تھے' کیونکہ وہ زار زار رو رہی تھی ان کے قدموں کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا تھا۔

''سوچ لو' اپنا فیصلہ سنانا ہے یا میرے فیصلے پر عمل کرنا ہے۔''

''ٹھیک ہے جو آپ کہیں لیکن میری بھی ایک شرط ہے۔'' کتنے کڑے مراحل سے وہ گزر رہی تھی' یہ وہ جانتی تھی۔

''بس کوئی شرط نہیں' کیونکہ اگر تم اب بھی راضی نہیں ہو تو وہ کرو جو تمہاری مرضی میں شرطوں پر تمہاری زندگی نہیں باندھنا چاہتا۔'' انھوں نے آگے سے اسے بولنے ہی نہیں دیا۔

''ڈیڈی! مجھے کچھ تو ٹائم دیں میں لڑکے کو سمجھ تو لوں۔'' وہ روہانسی تھی۔ ''سمجھنے کے لئے زندگی پڑی ہے اور پھر عبید کی فیملی اتنی آزاد خیال نہیں ہے کہ وہ اپنے بیٹے کو یا تمہیں یوں آزاد ملنے کے لئے چھوڑے' شادی کی تاریخ میں نے اسی مہینے کی رکھی ہے۔'' وہ اس لمحے کسی بھی کمزور لمحے کی زد میں نہیں آ رہے تھے دھڑ سے دروازہ بند کر کے وہ اسے روتا دھوتا ہوا چھوڑ گئے تھے' دو دن تک وہ کمرے میں بند رہی' فوزیہ بیگم بھی مجبور تھیں' کیونکہ ریحان احمد کے غصے سے وہ بھی ڈرتی تھیں' ملیکہ اور فوزان تک کی ہمت نہیں پڑ رہی تھی اپنی بہن کی دل جوئی کرنے کی۔

سب کچھ اتنی جلدی ہو رہا تھا کہ حنیہ حیران تھی۔ کتنی خوش کن اور پر کیف اس کی زندگی گزر رہی تھی' جانے ڈیڈی کے دل میں کیا سمائی کہ پاکستان چلے آئے' پہلے تو وہ سمجھی کہ ویسے ہی وہ لوگ یہاں آئے ہیں' مگر جب ریحان احمد نے سب کچھ ہی یہاں سیٹ کر لیا' تو وہ تو خوب ہی چیخی تھی مگر پھر ریحان احمد نے اسے ڈانٹ کر چپ کر دیا تھا اور اب یوں اچانک ہی اس کی زندگی کا اتنا بڑا فیصلہ انھوں نے اس سے پوچھے بغیر ہی کر دیا تھا' احتجاج تک اس کا نہ چلا بلکہ انھوں نے الٹا دھمکی دے کر اسے قابو کر لیا تھا۔

اسے اس انسان پر اتنا غصہ آ رہا تھا' جو اس کا مالک بننے جا رہا تھا' اسے اس نے تو ٹھیک سے دیکھا تک نہ تھا' کہ وہ ہے کیسا' ملیکہ کے منہ سے سنا تھا کہ ''آپی! اشہب بھائی کی آنکھیں بھوری ہیں' براؤن سی اتنی لمبی ان کی ہائیٹ ہے ڈیشنگ ہیں۔'' وہ خوش ہو کر بتا رہی تھی۔

''لیکن ہیں تو بیک ورڈ نا۔'' جل کے ہی گویا ہوئی۔

''کوئی نہیں سب لوگ بہت اچھے ہیں' آپ بہت خوش رہیں گی' ایک ہلہ گلا سا رہتا ہے۔ میں گئی تو ہوں ان کے گھر۔''

''اسٹاپ اٹ۔'' ڈانٹ کے چپ کرایا' اپنے ناخن سے کیوٹکس ریموو کر رہی تھی' اپنے حسن کا بھی بہت خیال رکھتی تھی۔ دودھیا رنگت' براؤن سلکی سے لیئر کٹنگ بال سڈول جسم جو بھی ڈریس پہنتی اس پر خوب جچتا تھا ہاتھ پیر نرم و نازک سے کچن کا کام کرنا تو اسے آتا بھی نہ تھا' یہاں بھی ملازم تھے' مگر اس نے جب یہ سنا کہ وہاں کوئی ملازم نہیں ہے' تو نئی فکر بھی سوار ہوئی۔

''ملیکہ! وہ سب کیا کچن کا کام خود کرتی ہیں۔''

''جی' سب خود کرتی ہیں آپی! جاذب بھائی کی وائف چکن کڑاہی بہت ٹیسٹی بناتی ہیں۔'' وہ اب چٹخارے لے کر بتانے لگی۔

''مجھے تو کچھ بھی نہیں آتا۔ یہ ڈیڈی میرے ساتھ اچھا نہیں کر رہے ہیں۔'' پھر ایک کم مائیگی کا احساس مار ڈالنے لگا' کمرے میں ادھر سے ادھر چکر کاٹ رہی تھی۔

''اور وہ کیسا ہے' اشہب احمد؟'' یہ فکر تو اس پر زیادہ سوار تھی۔

''زیادہ بات چیت تو نہیں ہوئی' البتہ سنا ہے کہ اپنی پڑھائی میں بزی رہتے ہیں' اس لئے گھر میں کم دکھائی دیتے ہیں۔'' وہ تفصیل بتانے لگی۔ حنیہ کو اس دن کی ملاقات یاد آ گئی' جب وہ سر جھکائے بے زار سا جیسے مارے باندھے ہی آیا ہو' صرف ایک دو بار نگاہ اٹھا کر دیکھا تھا' وہ بھی تنقیدی اس وقت تو وہ کچھ بھی نا مگر اب سمجھ آ گئی تھی۔ پھر گھر میں شادی کی تیاریاں زور و شور سے جاری تھیں' ثناء بھابی اور سبیکہ روز ہی بازار کے چکر لگا رہی تھیں' کبھی کبھار امی اور چچی جان بھی ساتھ ہوتی تھیں۔ ہر چیز اعلیٰ لی جا رہی تھی' اشہب کو ان سب چیزوں سے ذرا دلچسپی نہ تھی' اس کی بس پڑھائی تھی' جس کی اسے پرواہ تھی' جاذب اس کا ہم عمر ہی تھا' اس نے ڈاکٹری کر لی تھی اور ایک پرائیویٹ اسپتال میں جاب تھی۔

پچھلے سال ہی اس کی شادی ہوئی تھی۔ ثناء بھابی کے جاننے والوں میں ثناء بھابی کے دو بچے تھے۔ اذان سات سال کا اور امیمہ چار سال کی' سبیکہ کی تین ماہ کی بیٹی تھی' جاذب سے چھوٹی حرینہ تھی جو بی اے میں تھی۔

''او کتابی کیڑے کچھ خبر تو ہے نا کہ شادی کی تاریخ کیا ہے۔'' جاذب اس کے کمرے میں چلا آیا' جو لیٹنے کے لئے اور تکیہ ٹھیک کر رہا تھا۔

''پھانسی کی تاریخ مجھے یاد ہے۔'' نہایت جلے ہوئے کٹیلے انداز میں جواب دیا تھا۔

''عجیب ان رومانٹک آدمی ہو یار میرے' کچھ ان کتابوں کی دنیا سے بھی باہر نکل کر دیکھو۔'' وہ اس کے قریب بیڈ پر بیٹھا۔

''فضول کاموں کے لئے ابھی میرے پاس وقت نہیں ہے۔'' تڑخ کے کہا۔

''ہاں دیکھوں گا تجھے ابھی منہ بنا رہا ہے' دیکھنا شادی کے دوسرے دن ہی ساری پڑھائی ایک طرف ہوگی۔'' معنی خیزی سے تمسخرانہ اڑایا۔

''ایسا کچھ بالکل نہیں ہوگا' جو تمہارا ذہن سوچ رہا ہے۔'' وہ سمجھ گیا تھا۔

''اور اگر ہوگیا تو......؟'' وہ چھیڑنے سے باز نہیں آرہا تھا۔

''اگر خیریت چاہتے ہو کہ تم صحیح سلامت اپنی بیوی کے پاس پہنچ جاؤ' تو دفع ہو جاؤ یہاں سے۔'' ساری مروت اور لحاظ تو آج اس نے لپیٹ کر رکھی ہوئی تھی۔

جاذب اس کی کاروائی سمجھتا تھا وہ ہاتھ چھوٹ جو تھا۔

''سبیکہ بتا رہی تھی کہ حنیہ خاصی خوبصورت ہے' اشہب بھائی کے ساتھ بہت پیاری لگے گی۔''

''ایک تم اور ایک تیری بیوی تم دونوں کو زیادہ مزہ آرہا ہے' میری حالت پر۔'' وہ تو چڑ کر بھنا ہی گیا۔

''شکر ادا کر آرام سے سارا معاملہ طے ہوگیا اور لڑکی بھی خوبصورت ہے۔'' جاذب اسے ڈپٹ کے ہی بولا۔

''مجھے اس کی خوبصورتی سے ذرا بھی کوئی لگاؤ نہیں ہے۔''

''یہ میں تجھ سے دوسرے دن پوچھوں گا' جب تو دوپہر کے دو بجے کمرے سے باہر آئے گا۔'' وہ منہ پر ہاتھ پھیرتا ہوا اٹھا۔

''یار! کیا بے ہودگی ہے' فضول بکواس نہیں کرو۔'' وہ جھینپ گیا۔

جاذب کی ہنسی چھوٹ گئی' اشہب اسے مارنے کو لپکا مگر وہ اتنی تیزی سے باہر نکلا تھا کہ اشہب کو رکنا پڑ گیا۔ جھنجھلا کر وہ بیڈ پر بیٹھا بات بات پر چیخ پڑتا تھا اور تو اور اپنے بھتیجی بھتیجے کو اکثر ڈانٹنے لگا تھا' بے چارے سہم کے ایک طرف ہو جاتے تھے۔

''یار! کیا مصیبت میرے گلے پڑ رہی ہے' ہر وقت سر پر مسلط ہوگی۔'' وہ خود سے بڑبڑایا تھا۔

اسی وقت امی دودھ کا کنگ سائز مگ لئے اندر آئیں تو وہ چونک گیا' وہ اسے رات میں اکثر دیر تک جاگنے پر منع کرتی تھیں مگر آج وہ خلاف توقع کمرے میں ہی ابھی گھسا تھا' آج کل سمسٹر میں الجھا ہوا تھا۔

''آج ابھی تک تمہیں نیند نہیں آئی' اتنی دیر تک تم باہر رہے۔'' امی کو تشویش بھی ہو رہی تھی' ان کا یہ بیٹا کچھ دنوں سے بالکل خاموش ہوگیا تھا۔

''ایک بلا میرے سر ڈالی جا رہی ہے' نیند آئے گی خاک۔'' کپ لے کر اس نے ہونٹوں سے لگا لیا اور جلدی سے سارا دودھ حلق سے نیچے اتار لیا کپ سائیڈ پر رکھ دیا۔

''تم اتنا پریشان نہیں ہو۔''

''امی! میں پریشان کیسے نہ ہوں' نہ میری پڑھائی پوری ہوئی ہے' نہ ابھی میں نے کوئی بزنس وغیرہ کا سوچا ہے۔''

''بزنس ہمارے گھر کا ہے' تم اس میں کبھی بھی شامل ہو سکتے ہو۔'' انہوں نے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔

''پتہ نہیں کیا کر دیا ہے سب نے میرے ساتھ۔'' وہ روٹھ کے کروٹ لے چکا تھا' کتنی مشکلوں سے خود کو تیار کر رہا تھا اس خود سر اور مغرور بد دماغ لڑکی کے لئے جسے ساری زندگی ساتھ رہنا تھا' وہ ان لڑکوں کی طرح نہیں تھا' جو شادی کے لئے دیوانے ہوتے ہیں' جاذب کی اس سے پہلے ہوگئی' اسے اس پر بھی بالکل اعتراض نہیں ہوا کہ اس کی کیوں نہیں ہوئی اسے پڑھنے کا شوق تھا' اس نے سوچا تھا کہ کسی کالج میں بھی پڑھائے گا مگر لگ رہا تھا کہ اس کے

سارے خواب ادھورے ہی رہیں گے مگر اس نے سوچ لیا تھا کہ یہاں سے جب جائے گا تو پلٹ کے نہیں آئے گا۔

☆......☆......☆

کب وہ مایوں بیٹھی اور اس کی مہندی آئی' کیا کیا رسمیں ہوئیں اسے کوئی خوشی نہیں تھی' اس کی بری میں ایک سے ایک عمدہ چیز تھی' ملیکہ کو تو زیادہ خوشی ہو رہی تھی کیونکہ وہ پاکستان میں پہلی بار شادی اٹینڈ کر رہی تھی سب کچھ بہت اچھا لگ رہا تھا۔

فوزیہ بیگم سے حنیہ کی خاموشی دیکھی نہیں جا رہی تھی۔ جس نے کھانا پینا تک چھوڑ دیا تھا۔ بڑی مشکلوں سے کھلاتی تھیں' شادی والے دن تو وہ اتنی غم زدہ اور رنجور تھی کہ دلہن بن کے بھی کوئی امنگ کوئی دھڑکن دل میں ایسی نہ اٹھی کہ اندازہ ہوتا کہ وہ خوش ہے۔ بلڈ ریڈ لہنگے پر فل ستارے' موتی' نگ' سے کام بنا ہوا تھا۔ میک اپ اور جیولری میں تو وہ کوئی ماورائی مخلوق ہی لگ رہی تھی' نگاہ اٹھا کر وہ کچھ نہیں دیکھ رہی تھی' کب نکاح ہوا اور کب وہ اسٹیج پر اشہب کے برابر میں بٹھا دی گئی تھی' اس کے سسرال والے کتنے خوش تھے مگر اگر اس نے کوئی آواز نہ سنی تھی تو اپنے برابر میں بیٹھے اس شخص کی نہیں سنی تھی' فان کلر کی شیروانی پر کاپر سے کام بنا ہوا تھا' کاپر کلر کی پگڑ بالکل شہزادوں کی طرح' وہ اکڑا ہوا بیٹھا تھا' رخصتی کے وقت تو حنیہ کی حالت بدل گئی کہ وہ سب کو چھوڑ کر جا رہی تھی' اب احساس ہو رہا تھا کہ لمحوں میں سب بدل گیا تھا' وہ کسی کی زندگی سے وابستہ ہوگئی ہے' اب اس کی ساری مرضی اسی سے منسلک ہوگئی۔

ایک طرف سے سبیکہ اور دوسری طرف سے ثناء بھابی اسے پکڑ کر اندر لائی تھیں۔ خوبصورت سا کشادہ کمرہ اصلی پھولوں سے سجایا گیا تھا۔ حرینہ نے دروازہ روک کر نیک مانگا تھا' جو اشعر بھائی نے ہی اسے دیا' کیونکہ اشہب کا تو چہرہ ہی سرخ ہو رہا تھا' نیند بھی بہت آرہی تھی' وہ اپنے کپڑے وارڈ روب سے نکال کر چینج کر کے کمرے سے نکل گیا تھا۔ جاذب اسے پکڑ کر اپنے کمرے میں لے آیا تھا۔

''انتہائی فضول آدمی ہو یار! آج کے دن کے تقاضے تو یاد رکھو۔'' معنی خیزی سے بولتا ہوا اس کا سپاٹ اور سرد مہر چہرہ دیکھنے لگا۔

''پتہ ہے مجھے۔'' وہ گویا ہوا۔

''پھر چہرے کا زاویہ درست کر' ایسے سامنے جائے گا تو یار وہ بھی ڈر جائے گی۔'' جاذب نے شکر ادا کیا کہ وہ غصے میں نہیں تھا۔

اتنے میں ابو کی آواز آئی' تو اشہب فوراً اپنے کمرے کی جانب بھاگ گیا۔ کمرے سے ثناء بھابی اور سبیکہ مسکراتی ہوئی نکلی تھیں۔ اندر آیا تو وہ حسن کی دوکان کھولے اس کے لئے محو انتظار تھی۔ دھڑ سے دروازہ بند ہوا تو وہ اچھل ہی گئی۔ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی' اشہب نے بغور اس کو دیکھا جس کا ایک ایک انگ صرف اس کے لئے سجایا گیا تھا کہ وہ واقعی بہت حسین تھی۔ سر سے پیر تک وہ تعریف کئے جانے کے لئے تھی۔

''اشہب احمد! بھرپور حسن و رعنائی کا جیتا جاگتا نمونہ ہے۔ یہ تمہارے لئے جو صرف تمہارے لیے سجی ہے۔'' وہ آہستگی سے بیٹھا تھا مگر وہ بدک کر پیچھے ہی ہوگئی تھی۔ اشہب نے اپنے چتون تیکھے کئے' اسے یہ اپنی بے عزتی ہی لگی کہ وہ اسے موذی جان کے پیچھے ہوئی ہے۔

''آپ جو سوچ رہے ہیں' ایسا کچھ بالکل نہیں ہوگا۔'' وہ اپنا آنچل اور لہنگا سنبھال کے بیڈ سے نیچے اترنے ہی لگی تھی کہ اشہب نے دانت پیس کے اس کی چوڑیوں سے بھری بائیں کلائی گھسیٹ کر اپنے مد مقابل ہی کر لیا' وہ اچانک

اس افتاد پر حواس باختہ سی ہوگئی' ناک کی نتھ جھٹکے سے تکلیف دینے لگی تھی '' سی '' کی آواز بھی اشہب نے سنی تھی۔

'' کیا سمجھ کے تم ایسا کر رہی ہو۔'' وہ اس پر جھکا ہوا تھا اور وہ وحشت زدہ سی ہرنی ہی لگ رہی تھی' جیسے کسی شکاری کے جال میں پھنس گئی ہو' نکلنے کے تمام راستے بند ہوں' تکلیف اور بے بسی سے اپنے سرخ لپ اسٹک سے مزین ہونٹوں کو کاٹنے لگی تھی۔ اشہب اس کے چہرے پر اپنی بھوری بھوری آنکھیں مرکوز کیے ہوئے تھا۔

'' کیا کر رہے ہیں' چھوڑیئے مجھے۔'' وہ دبی دبی آواز میں غصے سے بولی۔

'' تم نے مجھے دیکھ کر ایسا منہ کیوں بنایا' کیا سمجھ رہی ہو میں کوئی تمہارا امریکہ میں رہنے والا بوائے فرینڈ نہیں ہوں' شوہر ہوں' سارے اختیارات رکھتا ہوں۔'' آگ برساتا اس کا لہجہ تھا۔

حنیہ نے سراسیمگی سے اپنی نگاہ چرالی تھی۔ اتنا غضب ناک لگ رہا تھا کہ دل کی دھڑکن خوف سے تیز ہی ہوگئی۔ آنچل ڈھلک کر شانوں کے اطراف پر پڑا تھا' ٹیکہ جھومر سب جگہ سے ہٹ گئے تھے' نبض تیز چل رہی تھی۔ اشہب وارفتگی سے دیکھ رہا تھا' اس لمحے وہ کچھ کمزور ہو رہا تھا اور سب بھول چکا تھا۔ کیا کیا اس نے سوچا ہوا تھا۔

'' کیا ہے' مجھے چھوڑیئے۔'' لرزتی کانپتی بے بس سی آواز میں گویا ہوئی۔ اسی وقت اس نے بھرپور جسارت کی کردی' وہ تو گنگ رہ گئی ایسا تو اس نے اس لمحے سوچا نہ تھا۔

اس کی جسارتوں میں اضافہ ہو گیا تھا اور وہ کچھ نہ بولی تھی وہ حیران تھی کہ سب اکڑپن غصہ کہاں چلا گیا تھا۔ وہ اس مضبوط اور توانا شخص کے آگے اتنی کمزور ثابت ہوگی' دوسرے دن تو وہ کمرے سے ایسے نکلی کہ دل ہی نہیں کر رہا تھا کہ جائے گھر سے سب ملنے آئے تھے' مگر لے کے نہیں گئے تھے' ولیمہ وغیرہ سب گزرا تو امی نے ہی کہا کہ کچھ دنوں کے لئے گھر چلی جاؤ۔

'' اشہب! تم فارغ تو ہونا آج لے جاؤ اسے۔'' انھوں نے اشہب کے چہرے کو دیکھا جو امیمہ کے ساتھ کھیل میں لگا ہوا تھا۔

'' میرا کل سیمسٹر ہے' بہت پڑھائی ہے..... سوری۔'' وہ اصل میں اسے جانے ہی نہیں دینا چاہ رہا تھا۔ کیونکہ ان پندرہ دنوں میں وہ اسی طرح اکڑی ہوئی تھی اور وہ اس کا دماغ ٹھکانے لگانا خوب جانتا تھا۔

'' کچھ دنوں کے لئے چھوڑ آؤ' ایک دو دن رہ آئے گی۔'' چچی جان نے بھی شاید حنیہ کا اترا ہوا بے زار چہرہ دیکھ لیا تھا' جو بھولے سے بھی نگاہ نہیں اٹھا رہی تھی۔ بول بھی کم ہی رہی تھی۔

'' چچی جان! آپ اور امی بول رہی ہیں' کیا ان کے منہ میں زبان نہیں ہے۔'' وہ امیمہ کو پیار کرنے کے بعد کھڑا ہو گیا۔

حنیہ کو اس سر پھرے کی کچھ سمجھ نہیں آتی تھی' جو رات کی تاریکی میں تو کچھ اور ہی ہوتا تھا اور سب کے سامنے ایسے پیش آتا کہ جیسے وہ اس کے لئے ناگوار چیز ہو۔

'' ارے نئی دلہن ہے' کم بولتی ہیں وہ کیسے بولے۔''

'' واہ نئی دلہن ہے ویسے زبان بہت ہے' مجھے حیرانگی ہے کہ یہ سب کے سامنے بند کیوں رہتی ہے۔'' پھر طنز میں کہہ کر تمسخر اڑا دیا۔

حنیہ اندر ہی اندر سلگ رہی تھی' جب برداشت نہ ہوا تو اندر چلی گئی۔ اشہب کے لب مسکرا ہی اٹھے۔

'' لو کے کچھ تو عقل کرلے۔''

'' امی! آپ بھی نا' ارے وہ خود مجھ سے کہہ رہی تھی کہ جب تک آپ امریکہ نہیں جا رہے ہیں' میں یہیں رہوں گی۔'' اس نے اپنی طرف سے ہی کہہ دیا اور پھر وہ بھی اس کے پیچھے کمرے میں چلا آیا' جہاں وہ بیڈ پر بیٹھی ٹشو بکس آگے رکھے ہوئے سوں سوں کر کے رو رہی تھی۔

'' رونے کی وجہ جان سکتا ہوں۔'' وہ مخمور نگاہوں سے دیکھنے لگا۔

'' سب سے بڑی وجہ آپ ہیں۔ میری ساری آزادی آپ کی وجہ سے ختم ہوگئی ہے۔ میری کوئی مرضی نہیں ہے۔ مجھ سے یہ برداشت نہیں ہو رہا ہے۔''

'' کیا؟'' مسکرا کے معنی خیزی سے گویا ہوا۔

حنیہ اس کی ساری شوخیاں سمجھ رہی تھی' پندرہ دنوں سے وہ ایک دن بھی سکون سے نہیں سوئی تھی۔ اشہب اس کے قریب ہو کے بیٹھا۔ وہ جھٹکے سے کھڑی ہوئی اسی وقت پھر بازو پکڑ کے اپنے پہلو میں بیٹھا لیا۔

'' یہ نخرے وغیرہ نا میں بالکل برداشت نہیں کرتا ہوں۔''

'' آپ سارے مردوں کو بس ایک ایسی عورت چاہیئے جو آپ کے نفس کی تسکین کا باعث ہو۔'' وہ دہاڑی تھی۔

اسی وقت زناٹے دار تھپڑ حنیہ کے منہ پر پڑا تھا۔ وہ تو دل و دماغ تک سے ہل گئی۔ رخسار انگارہ ہو گیا۔

'' یہ پاکستان ہے' امریکہ نہیں اور میں اتنا گرا ہوا انسان نہیں ہوں کہ یہ سب کروں۔'' وہ پھنکارا تھا۔

'' تم میں ہے ہی کیا..... صرف شکل پر غرور ہے' اخلاق تمہارا کوئی مجھ سے پوچھے کیا ہے' ارے تم' تو ہمارے گھر کی جو عورتیں ہیں ان کے پاسنگ بھی نہیں ہو۔''

'' پھر کیوں کی شادی' نہیں کرتے۔'' رخسار پر ہاتھ رکھے رونے لگی۔

'' وہ کیا ہے کہ تمہارے باپ نے میرے ابو کو بلیک میل کیا۔ جذباتی طور پر اور انھوں نے اپنی خودسر اور بددماغ لڑکی میرے سر منڈھ دی۔'' لہجہ تک اس کا حقارت زدہ تھا' حنیہ کا چہرہ دھواں دھواں ہو گیا۔

'' تم کیا سمجھ رہی ہو کہ' میں اگر تمہیں چھوتا ہوں' تو اپنے نفس کی تسکین کرتا ہوں۔ ارے میں ایک مذہبی گھرانے اور مشرقی گھرانے سے تعلق رکھتا ہوں۔ جس کا سب کچھ صرف اس کی بیوی کے لئے ہوتا ہے' اگر میں اپنے حقوق سے روگردانی کروں گا تو جواب تو مجھے او پر والے کو دینا ہوگا۔'' وہ پھٹ ہی پڑا۔

'' مگر تمہیں کیا پتہ شادی اور اس کے تقاضے' جو اپنا آپ شروع سے غیر مردوں کو دکھاتی آئی ہو' تو تمہیں اب کیا تکلیف ہوگئی اگر میں نے جائز حقوق رکھ کر وہ سب کیا تو۔''

حنیہ لب ہی کچلنے لگی' اتنی بڑی بات کتنی آسانی سے اس نے کہہ دی اس نے ویسٹرن کنٹری میں پرورش ضرور پائی تھی لیکن ایسی گری ہوی حرکت تو اس نے کبھی نہیں کی اور نہ ہی سوچا۔

'' میں نے ایسا کبھی نہیں کیا۔''

'' کیسے یقین کرلوں میں کہ تم ان چھوئی ہو؟'' اشہب پر تو آج جیسے جنون ہی سوار ہو گیا تھا۔

'' میں ان لڑکیوں کی طرح نہیں ہوں۔'' وہ رونے لگی۔

'' مجھے بالکل یقین نہیں ہے۔'' وہ پشت پھیر کے کھڑا ہوا اور پھر اپنے روم سے ملحق اسٹڈی روم میں آ گیا۔ کل اس کا پیپر بھی تھا۔

'' جاؤ جا کر اعلان کرو کہ میں نے تمہارے ساتھ کیا کیا ہے؟'' وہ اتنا نڈر تھا' یہ تو وہ جانتی ہی تھی۔

''نہیں ہوں میں ایسی...... آپ غلط سمجھ رہے ہیں مجھے اگر......؟'' بولتے بولتے اسے حیا ہی آ گئی۔ واش روم میں بھاگ کے بند ہوگئی۔

☆......☆......☆

اشہب کے سمسٹر وغیرہ ہوگئے تھے۔ وہ اتنا بزی رہا' ایگزام میں کہ حنیہ تک کو جانے کا موقع نہ ملا تھا اور وہ کونے میں بیٹھی روتی رہتی تھی۔ ڈیڈی کو نہ بتایا کہ ان کی بیٹی کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ فوزان اکثر ملنے آجاتا تھا مگر وہ اس سے بھی کچھ نہ کہتی تھی کیونکہ جب اس خاندان میں شادی ہو کر وہ آ گئی' تو اس نے سب کچھ ہی اپنانا شروع کر دیا تھا اور اشہب اس سے ایسے ہی حقارت سے پیش آنے لگا' اسی دوران پھر وہ چلا بھی گیا مگر اپنا ایک جیتا جاگتا احساس اسے دے گیا تھا' جو وہ چاہ کر بھی اسے نہ بتا پائی تھی۔

''مما! آپ روئی ہیں نا؟'' اس نے اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے اس کا چہرہ پکڑا جو جلدی سے آنچل سے آنسو صاف کر گئی۔

''نہیں تو بالکل نہیں آپ کہاں جا رہے ہو؟'' وہ اپنے بالوں کو لپیٹ کر جوڑا بنانے لگی۔ ظہر کی نماز پڑھ کر تو اس کی آنکھ ایسی لگی تھی کہ کچھ اطراف کی بھی خبر نہ تھی۔

''بڑے پاپا' اذان بھائی اور امیمہ آپی کو مجھے اور انعم کو باہر گھمانے لے کے جا رہے ہیں میں جاؤں۔''

''ہاں جاؤ میری جان۔'' وہ اٹھ گئی مون چار سال کا ہو گیا تھا' اور بالکل بڑے بچوں والی اس کی سمجھ تھی یا پھر وہ بہت حساس تھا کہ ہر بات نوٹ کرتا تھا' پورے گھر میں سب کا پسندیدہ تھا' دادا تو اپنے دل سے لگائے رکھتے تھے۔ دادی کی وہ جان تھا' کتنی تکلیفوں کے بعد وہ اس دنیا میں آیا تھا' ایک ایک نقش اشہب کا تھا' بھوری بھوری ذہانت سے بھرپور آنکھیں اس کی دادی تو اکثر یہی کہتی تھیں بالکل اشہب کا بچپن ہے۔

''کیا بات ہے' آج بہت سوئی ہو' فوزیہ آنٹی کا فون آیا تھا۔'' ثناء بھابی نے اسے کاسنی لان کے پرنٹڈ تھری پیس کپڑوں میں سادگی سے مزین دیکھا۔

''نہا کے نماز پڑھی' اس کے بعد آنکھ لگ گئی تھی۔'' وہ اپنے لئے چائے بنانے لگی تھی۔ ان تین سالوں میں تو وہ اور ہی بدل گئی تھی' کہیں سے بھی نہیں لگتا تھا کہ یہ وہی حنیہ ہے جو اتنے ماڈرن انداز اپنائے ہوئے تھی۔

''تمہارے جیٹھ جی سارے بچوں کو باہر گھمانے گئے ہیں۔''

''ہوں...... مون آیا تھا میرے پاس۔'' کیبنٹ میں سے مگ نکالنے لگی۔

''بہت ہی ذہین بچہ ہے تمہارا' ہر بات اتنی سمجھ داری سے کہتا ہے کہ میں تو حیران ہوتی ہوں' امی بتاتی ہیں' ایک عادت اس کی اشہب سے ملتی ہے۔''

''یہی میں نہیں چاہتی۔'' اشہب کے نام پر اس کے لہجے میں تلخی آ گئی۔ ثناء بھابی اور سبیکہ سے تو کچھ بھی نہ چھپا تھا۔ ہر بات اس نے اشہب کی بتائی تھی اور وہ کتنا بڑا الزام رکھ گیا تھا یہ تک بتایا تھا۔

''حنیہ! تم چاہے کتنا انکار کرو' مون ہے تو اس کا بیٹا نا' باپ کی عادت تو خود بخود اس میں آئے گی۔'' وہ نرم سی آواز میں سمجھانے لگیں۔

''بھابی! میں نے بہت مشکل سے مون کو سنبھالا ہے' آپ جانتی ہیں نا میں موت کے منہ سے واپس آئی ہوں' مون کی پیدائش پر...... اور پھر بھی سارا کریڈٹ اشہب احمد کو کیوں ملے۔'' وہ روہانسی ہو کر لب کچلنے لگی۔

''ہم سب جانتے ہیں اشہب نے بہت برا کیا ہے۔''

''میرے ڈیڈی کو ان کی وجہ سے ہارٹ پرابلم ہوئی' میری ممی بلڈ پریشر کی مریضہ بن گئیں' کس وجہ سے کہ میں بیاہ کر بھی بن بیاہی رہی۔''

''تم ایسا کیوں سوچتی ہو' اشہب کو لوٹ کے آنا ہے اور آئے گا وہ ضرور۔'' ان کا لہجہ پر اعتماد اور وثوق بھرا تھا۔

''آئیں گے تو کیا فائدہ' وہ سب کچھ بدل تو نہیں جائے گا' میرے دل میں ان کے لئے ذرا بھی گنجائش نہیں ہے۔'' وہ چائے کپ میں انڈیلنے لگی۔

''مون کی وجہ سے معاف نہیں کرو گی۔''

''بالکل نہیں بھابی! انھوں نے میرے ساتھ بہت برا کیا ہے' کس کس طریقے سے پیش آئے ہیں' میں آپ کو کیا بتاؤں۔'' بولتے بولتے آواز بھرا گئی۔

''اچھا چلو چھوڑو تم خواہ مخواہ پھر اداس ہو گئیں' پھر ابو بھی فکر مند سے ہوں گے۔'' وہ اس کی پشت پر ہاتھ پھیر کر چپ کرانے لگی۔

حنیہ خود بھی کسی کے سامنے رونے سے گریز کرتی تھی کیونکہ سب ہی اس کا اتنا خیال رکھتے تھے۔

''اشہب احمد! تم نے اتنی بڑی گالی دی ہے مجھے کہ میں اپنی ہی نظروں میں گر گئی ہوں۔'' چائے کا کپ لے کر وہ لاؤنج میں آ گئی تھی۔

''بیٹا طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟''

''جی ابو! وہ مودب انداز میں بیٹھی۔ کیونکہ وہ ان کی بہت عزت کرتی تھی' اپنی جانب سے ایسی کوئی بات نہیں کرنا چاہتی تھی کہ وہ شرمندہ ہوں۔

''مون آج بڑا خوش خوش گیا ہے۔''

''اشعر بھائی کے ساتھ گیا ہے نا' ان کے ساتھ جانے کے لئے تو خوش خوش تیار ہوتا ہے۔'' وہ چائے کے سپ لینے لگی۔

''ماشاءاللہ' بہت سمجھ دار بچہ ہے مگر تھوڑا ضدی بھی ہے' بالکل اپنے باپ پر گیا ہے۔'' ان کے لہجے میں ایک دکھ اور افسردگی بھی تھی۔

وہ سر جھکائے بیٹھی تھی' اشہب کا ذکر اسے اتنا ناگوار گزرتا تھا کہ وہ خود سوچتی تھی کہ اگر وہ واپس آ گیا تو اس سے کس طرح سامنا کر سکے گی۔

☆......☆......☆

رمضان شریف آنے والے تھے۔ امی نے پہلے ہی سے گھر اور کچن کا کام ثناء بھابی اور اس پر ڈالا ہوا تھا' کیونکہ رمضان اور عید کا اہتمام وہ شروع سے کرتی آئی تھیں۔ اس کا بھی اس گھر میں یہ تیسرا رمضان تھا' جو اشہب کے بغیر ہی گزارے تھے' گھر بھی وہ کم ہی جاتی تھی' کیونکہ مون کا وہاں نانا کے گھر میں دل ہی نہیں لگتا تھا۔

حرینہ کو کچھ لوگ دیکھنے آ رہے تھے انھوں نے پسند تو کر لیا تھا' مزید کچھ بات چیت کے لئے آ رہے تھے۔ گھر میں صبح سے ہڑبونگ مچی ہوئی تھی' سبیکہ کو انعم نے تنگ کر کے رکھا ہوا تھا' کیونکہ کچھ بیماری پھر جب سے اسکول میں ایڈمیشن کرانے کا سوچا تھا وہ بیمار پڑ گئی تھی۔

وہ نہا کر تیار ہوگئی تھی' پیچ کلر کا کاٹن کا ایمبرائیڈی کا سوٹ پہنا تھا۔ لائٹ سا میک اپ بھی کیا۔ کیونکہ امی کا آرزو تھا کہ وہ سادہ سے حلیے میں سب کے سامنے نہ آجائے۔

وہ اپنا ندامت اور شرمندگی میں چہرہ لئے سب کے سامنے مجرموں کی طرح کھڑا تھا۔ اچانک ہی اس کی آمد ہوئی تھی۔

''تجھے ذرا احساس نہیں ہوا کہ ہم ماں باپ پر کیا گزرے گی۔'' امی تو باقاعدہ رو رہی تھیں۔ اشہب نے انھیں اپنے ساتھ لگایا ہوا تھا۔ ابو گم صم سے کھڑے تھے' ابھی تک اسے کچھ نہ سنایا تھا' وہ جانتے تھے کہ زبردستی باندھے رشتے پر وہ کب خوش تھا۔ کاش وہ اتنی جلدی نہ مچاتے اور حنیہ پر بھی یہ ظلم نہ ہوتا اور وہ معصوم جو اس دنیا میں آیا تھا' باپ کے ہوتے ہوئے اس کی شفقت اور سائے سے محروم تھا۔

''ابو! مجھے معاف کر دیں' میں بہت تڑپتا ہوں روتا ہوں۔'' ہاتھ جوڑ کے گھٹنے ٹیک کے ان کے قدموں میں بیٹھ گیا۔

سب ہی افسردہ سے کھڑے تھے' صبح سے جو ایک شور تھا' لگ رہا تھا کہ ٹھہراؤ آگیا ہو۔

''تم نے ذرا اس معصوم لڑکی کے بارے میں نہیں سوچا' اس کیا قصور تھا۔''

''میں مانتا ہوں برا کیا ہے مگر اپنی انا کے آگے بیٹھا رہا اور پھر میں آپ سب سے دور رہ کر بھی دور نہ رہ پایا۔'' وہ رونے لگا۔

''اشہب! اٹھو' تم کیا بچوں کی طرح رونے لگے۔'' چچا جان نے اسے شانوں سے پکڑ کر اٹھایا۔

''چچا جان! ابو سے کہیے مجھے معاف کر دیں' میں سارے ازالے کر دوں گا' بس مجھے ایک موقع دے دیں۔'' لہجے اور آواز میں التجا تھی۔

عبید احمد باپ تھے' وہ خود بیٹے کی جدائی میں تڑپ رہے تھے' وہ ان کی اولاد تھا کیسے معاف نہ کرتے اسے' آگے بڑھ کے گلے سے لگا لیا تھا۔

سب کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو نکل پڑے تھے۔ جاذب نے اسے بغور دیکھا' جو اتنا سوبر اور ڈیسنٹ ہو گیا تھا کہ آنکھوں پر گلاسز اس کی شخصیت کو اور نمایاں بنا رہے تھے۔

چاروں بچے یہاں موجود تھے۔ مون' اشعر بھائی کی ٹانگوں سے لپٹا کھڑا تھا اور ٹکر ٹکر اسے دیکھ رہا تھا۔ اشہب نے سب پر نگاہ دوڑائی۔

''اب تم ذرا بچوں کو پہچاننا شروع کرو۔'' جاذب نے کچھ ہی لمحوں میں افسردہ ماحول کو اپنی پرشوخ آواز سے دور کیا۔

اشہب نے باری باری نگاہ ڈالی کیونکہ اذان اور امیمہ بڑے ہونے کے باوجود پہچانے جا رہے تھے۔ پنک فراک میں ملبوس انعم کو دیکھا۔

''یہ یقیناً تمہارے بچے ہوں گے۔'' اس نے انعم اور مون کو سمجھا تھا' سوچا کہ شاید جاذب کے بچے ہوں۔

''غور سے دیکھو۔'' اشعر بھائی نے مون کو آگے کیا' جو جھجک کر پھر پیچھے ہو گیا۔ اس کی بھوری بھوری آنکھوں میں سوال تھے جو مسلسل اشہب کو دیکھ رہا تھا۔

''یہ انعم ہے اور یہ بچہ یقیناً اشعر بھائی کا ہوگا۔'' اشہب نے مسکرا کے کہا۔

''بڑے پاپا کان ادھر لائیے۔'' مون کی اتنی تیز آواز تھی کہ سب نے ہی حیرانگی سے دیکھا۔

''یار! کیا بات کرنی ہے زور سے بولو۔'' انھوں نے مون کو گود میں اٹھا لیا۔

''بڑے پاپا! یہ بالکل بابا کی تصویر میں مل رہے ہیں' بس انہوں نے عینک لگائی ہے۔'' وہ اتنی صاف بات کرتا تھا کہ سب حیران ہوتے تھے۔ اشہب چونک گیا' اس کی سماعتوں نے کیا سنا تھا' وہ گنگ سا رہ گیا۔

''یار! تمہارے یہ چچی کے بابا ہیں۔''

''کیا بابا......!'' اشہب کو حیرانگی کا جھٹکا لگا۔

''خیر سے باپ بن گئے ہو' تمہارا بیٹا ہے' بالکل تمہاری کاپی ہے۔'' امی نے خوش ہو کے بتایا۔ اشہب کی تو حیرت اور خوشی سے آواز ہی نہیں نکل رہی تھی۔ یعنی ان چار سالوں میں یہ سب بھی ہوا تھا۔ اس نے جانے کے بعد کب کسی سے کوئی رابطہ رکھا تھا' جو اسے یہ خبر بھی سننے کو ملتی' اس نے مون کو گلے سے لگا لیا' اپنا بیٹا تھا۔ اتنی اچانک کی خوشی وہ سوچ کے تو یہ نہ آیا تھا کہ معصوم بیٹا یوں ملے گا۔

☆......☆......☆

حریمہ کی بات تقریباً پکی ہوگئی تھی۔ کیونکہ عید سے پہلے وہ لوگ شادی کرنا چاہ رہے تھے۔ بڑوں نے رضامندی دے دی تھی۔ حنیہ کو جس وقت سے اس کا پتہ چلا تھا کہ وہ آگیا ہے' اس کے دل میں بے چینی اور بے کلی بڑھ گئی تھی۔ گھر سے ڈیڈی' ممی' ملیکہ اور فوزان بھی ملنے آگئے تھے۔ حنیہ نے اشہب کو ابھی تک بات کرنے کا موقع ہی نہیں دیا تھا۔ رات کو سب چلے گئے تو وہ عشاء کی نماز پڑھنے کمرے میں آگئی تھی۔ مون تو اس وقت سے اشہب کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ نماز پڑھ کے جیسے ہی فارغ ہوئی وہ سوئے ہوئے مون کو لے کر اندر داخل ہوا تھا۔ انداز میں اس کے تھوڑی شرمندگی تھی' کیونکہ گھر میں سب نے ہی تو بتایا تھا کہ حنیہ کتنی بدل گئی تھی' وہ خود بھی حیران تھا کہ وہ اتنا کیسے بدل گئی تھی۔ مون کو بیڈ پر لٹا دیا تھا اس کا سوٹ کیس ابھی تک یونہی بندھا پڑا تھا' جسے حنیہ نے ابھی تک ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا۔

وہ کمرے سے جانے لگی' تو راہ میں حائل ہو گیا۔ گلاسز سے جھانکتی بھوری ذہانت سے بھرپور آنکھیں اسے دیکھ رہی تھیں۔

''پلیز۔'' وہ اس کی جانب بھولے سے بھی دیکھنا نہیں چاہ رہی تھی۔

''تم کیا سمجھ رہی ہو کہ میں تم سے معافی مانگوں گا' تمہیں مناؤں گا' تو یہ تمہاری غلط فہمی ہے۔ میرا سوٹ کیس کھولو اور کپڑے نکال کر الماری میں لگاؤ۔'' اکھڑ پنے سے اسے دیکھا اور ہٹ گیا۔

حنیہ کا تو غصے کے مارے برا حال تھا مگر اس وقت وہ کوئی تماشا کھڑا کرنا نہیں چاہ رہی تھی' اس لئے کہ مون سو رہا تھا۔

وہ بیڈ پر مون کے قریب لیٹا اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگا' جیسے اسے صرف بیٹے کی ہی پرواہ ہو' وہ ابھی بھی اس کے لئے کوئی اہمیت نہیں رکھتی ہو۔ سوٹ کیس کھول کر اس کے سارے کپڑے الماری میں رکھے' اس کے دیگر اور بھی بیگ تھے' جو اشہب نے ایک سائیڈ پر رکھ دیئے تھے۔

حنیہ کو اس وقت اس کی موجودگی گراں گزر رہی تھی مگر مجبوری تھی کہ مون کو وہ رات کو ضرور دودھ کا گلاس پلاتی تھی۔ وہ لے کر اندر آئی تو وہ کسمسا کے اٹھ چکا تھا۔ اشہب بھی نائٹ ڈریس میں ملبوس بیڈ پر دراز تھا۔

''بیٹا! آپ پہلے دودھ پی لو۔'' حنیہ نے اسے اٹھایا جو نیند سے جھوم رہا تھا۔

''جب وہ سو گیا تو خیال آ رہا ہے میڈم کو اس کے دودھ کا۔'' طنز کیا۔

وہ پہلے ہی سلگ رہی تھی' اس پر اس کی مداخلت اندازی۔

''یہ میرے پاس تھا کب جب سے آپ آئے ہیں۔'' تڑخ کے کہا۔

''خاصی لمبی زبان ہے تمہاری ابھی تک۔''

''ایک بیٹے کی ماں ہوں' مجھے اب کسی کی پرواہ نہیں ہے۔'' اس نے جتایا۔

''یہ بیٹا میرا بھی ہے' اس کی صرف تم ہی حصے دار نہیں ہو۔''

''یہ مت بھولئے کہ اسے میں نے سنبھالا ہے۔'' وہ اسے جتانے لگی۔

''اب میں آ گیا ہوں' اسے بھی اور تمہیں بھی سنبھالنے کو۔'' لہجہ مخمور اور معنی خیز بنا لیا۔ حنیہ نے چونک کر دیکھا جو مسکرا کر اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

''مجھے آپ کی ضرورت نہیں ہے۔'' گلاس ٹیبل پر رکھ کر مون کو پھر سلانے لگی' جو نیند میں ہی تھا فوراً آنکھیں بند کر لی تھیں۔

''نخرے تو میں برداشت کبھی نہیں کرتا ہوں تم اچھی طرح جانتی ہو۔'' اس نے اپنے گلاسز آنکھوں سے ہٹائے اور سائیڈ ٹیبل پر رکھے اور دراز ہو گیا۔

''میں آپ کو دکھا بھی نہیں رہی ہوں' مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں۔'' غصہ اور خفگی تو دکھانی ہی تھی۔ ذرا بھی تو اپنے کئے پر نادم نہ تھا اور نہ شرمندہ۔ آج بھی وہی رعب اور دھونس بھرا انداز تھا۔ ذرا بھی تو تبدیلی نہ آئی تھی اور وہ تو سر تا پا بدل گئی تھی۔ اس کا لب ولہجہ انداز سب ہی بدل گیا تھا' صرف اس شخص کی وجہ سے جو آج بھی اس کے دل کے کونے میں موجود تھا۔

☆......☆......☆

حرینہ کی شادی کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ رمضان سے دس دن پہلے کی تاریخ رکھی گئی تھی' کیونکہ لڑکے کی بہن کینیڈا سے آئی ہوئی تھی۔ ان کے جانے سے پہلے ہی سب کچھ کرنا تھا' تا کہ وہ بھی شرکت کر لیں' سب ہی کچھ حرینہ کا اچھا لیا گیا تھا۔ چچی جان اور چچا جان نے کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی اس کے جہیز میں' اس گھر کی وہ واحد بیٹی تھی۔

''حنیہ! تم کب شروع کرو گی اپنی شاپنگ' ایک ہفتہ بھی نہیں ہے۔'' ثناء بھابی نے پوچھا۔

''سبیکہ بھابی! اگر آپ کل فارغ ہوں تو ہم چلیں۔'' تینوں مل کر ٹیبل پر کھانا لگا رہی تھیں۔ شادی کا گھر تھا رات کے کھانے میں بھی اب دیر ہونے لگی تھی۔

''حرینہ کی شادی پر تو وہی ساڑھی پہن لوں گی جو مون کی برتھ ڈے پر پہنی تھی۔'' وہ یاد دلانے لگی۔

''کوئی اور خرید لو نا' اب تو اشہب بھی آ گیا ہے ذرا اس کا دل کھول کر خرچہ کرواؤ نا۔'' ثناء بھابی نے چیئر گھسیٹ کر بیٹھتے ہوئے اشہب پر نگاہ ڈالی تو وہ مسکرانے لگا تھا۔

''جی ہاں' آپ خواتین کا یہی کام ہوتا ہے' اپنے شوہروں کی جیب خالی کروانا۔'' اس نے بڑی گہری نگاہوں سے حنیہ کو دیکھا جو گڑبڑا ہی گئی۔

''آئے بھی تو کتنے سالوں بعد ہو' حنیہ جو نا تم سے لاڈ اٹھوائے کم ہے۔''

''آپ کی دیورانی صاحبہ موقع تو دیں۔'' معنی خیز تبسم تھا۔

حنیہ کی تو حیا سے آنکھیں ہی جھک گئیں اور وہ وہاں سے ہٹ گئی' پیچھے پیچھے وہ دونوں بھی چلی آئیں۔

''حنیہ! کیا مطلب ہے تم نے ابھی تک بھی اشہب کو معاف نہیں کیا؟'' بھابی نے استفسار کیا۔

''اتنے سالوں بعد وہ آ گئے ہیں' مجھے کیا معاف کر دینا چاہئے بھول گئے آپ سب وہ دن جو میں نے رو رو کے گزارے۔'' وہ کبیدہ سی ہو گئی۔

''پھر بھی حنیہ! تم اشہب بھائی کو اگنور تو نہیں کر سکتی ہو۔''

''میں کروں گی اگنور' انھیں بھی پتہ چلے کیسی ہوتی ہے تکلیف۔'' باہر کھڑے اشہب نے سب سن لیا تھا' وہ آج رات کا مینو پوچھنے کچن میں آ رہا تھا کہ حنیہ کی آواز پر اس کے قدم رک گئے۔

''وہ اب کتنا تو تمہارا خیال کر رہے ہیں کیا ہمیں نظر نہیں آتا۔''

''آپ دونوں کیا چاہتی ہیں کہ ان کی وہ بات میں بھلا دوں' جو مجھ پر الزام لگایا کہ میں غیر مردوں کو اپنا آپ دکھاتی ہوں......'' بولتے بولتے وہ رکی' اشہب ندامت کی اتھاہ گہرائیوں میں خود کو ڈوبتا ہوا محسوس کرنے لگا۔

''اگر میں ایسی ہوتی بھابی! تو بتایئے ان کے پیچھے اس گھر میں رہتی' ان کے بچے کو میں نے کتنی تکلیفوں کے بعد جنم دیا' میں تو بھابی' بالکل فیئر تھی انھوں نے ایسا کیوں بولا۔'' وہ رونے لگی۔

''تم ایک موقع تو دو' مجھے پتہ ہے اشہب تم سے محبت کرتا ہے۔'' بھابی گویا ہوئیں۔

''ہاں اب کیوں نہیں کریں گے' ان کے اتنے پیارے بیٹے کی ماں جو بن گئی ہوں۔'' جانے کیوں اشہب اسے خود غرض ہی لگ رہا تھا۔

''کچھ بھی ہے تم اسے معاف کر دو۔'' سبیکہ نے اس کے ہاتھ تھامے۔

اشہب نے اپنے قدم واپس موڑ لئے تھے' وہ اب تک اس بات کو لے کر بیٹھی ہوئی تھی' ورنہ تو اس نے بس غصے میں ہی کہا تھا' اس کا مقصد حنیہ کے کردار پر الزام لگانا نہیں تھا' اتنی حساس تھی وہ حیران رہ گیا۔ اتنے سال وہ باہر رہ کر آ گیا تھا مگر حنیہ کی یاد سے ایک لمحے بھی غافل نہ ہوا تھا۔

☆......☆......☆

''امی! میں کل ممی کے جاؤں گی' وہاں سے ملیکہ کے ساتھ شاپنگ کر آؤں گی۔'' وہ امی سے کہہ رہی تھی' اشہب وہیں موجود تھا اور صوفے پر دراز موبائل کے ساتھ لگا ہوا تھا۔

''ہاں چلی جاؤ۔'' انھوں نے اجازت دی۔

اشہب اس وقت اٹھا' حنیہ مڑ چکی تھی' مون دوڑتا ہوا وہیں چلا آیا تھا۔

''بابا! مما نانا جان کے جا رہی ہیں۔'' مون نے بتایا۔

''اپنی مما سے کہو' بابا گاڑی میں بیٹھے ہیں اور آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔'' اس نے مون کے رخسار پر پیار کیا' وہ پھر دوڑتا ہوا چلا گیا۔

''اشہب! تم بیٹا اس کی ذمہ داری کو سمجھو بہت وہ چپ چپ سی ہو گئی ہے۔''

''میں آ گیا ہوں' نا دیکھیئے گا بالکل سیدھا کر دوں گا۔'' وہ مسکرایا۔

''فضول بکواس مت کیا کرو' وہ پہلے ہی اتنی تکلیفیں اٹھا چکی ہے' تیرے جانے کے بعد تو نے تو جا کر خبر تک نہ لی کہ کیا پیچھے ہو رہا ہوگا۔ پہلے مہینہ سے ہی وہ بہت بیمار رہی ہے' صرف تیری اولاد کے لئے مرتے مرتے بچی ہے۔

مون بھی بہت کمزور تھا' پورے سات دن آکسیجن میں رکھنا پڑا تھا۔'' وہ اسے ڈانٹنے کے ساتھ منانے لگیں۔ اشہب لب بھینچے سب سنتا رہا۔

''آتو گیا ہوں۔'' وہ بولا۔

اتنے میں وہ اپنا بڑا سا ہینڈ بیگ لئے چلی آئی' شاکنگ پنک ایمبر ائیڈی کے سوٹ پر فینسی ورک کریم کلر کا نیٹ کا دوپٹہ جس پر شاکنگ پنک کڑھائی ہوئی تھی' لائٹ سی لپ اسٹک میں اس کا سراپا خاصا دلکش لگ رہا تھا' دونوں کی نگاہیں ملی تھیں' حنیہ کی نگاہوں میں خفگی تھی۔

''شاپنگ پر میں لے کر جا رہا ہوں بیگ رکھو یہاں پر۔'' خاصے تحکم بھرے انداز میں بیگ اس کے ہاتھ سے لے کر لاؤنج میں ہی رکھا تھا اور خود مون کا ہاتھ پکڑ کر باہر نکل گیا' اشارہ یہی تھا کہ وہ بھی آئے۔

''بیٹا! وہ اپنی غلطیوں پر نادم ہے' تھوڑا اس کے متعلق سوچ لو۔'' امی کے لہجے میں بھی التجا اور منت تھی۔ امی اور ابو کی تو وہ بہت عزت کرتی تھی' ان دونوں نے اسے سنبھالنے میں بہت کچھ کیا تھا۔ وہ سر ہلاتی ہوئی چلی گئی۔

فرنٹ ڈور کھلا ہوا تھا' مون پیچھے کی سیٹ پر تھا' خود بھی بلیک ڈریس پینٹ پر لائٹ پرپل کاٹن کی شرٹ میں گریس فل اور ہینڈسم لگ رہا تھا۔ بغیر حیل وحجت کے وہ بیٹھ گئی تھی' اشہب حیران بھی تھا۔

''بیٹا! پہلے ہم کہاں چلیں؟'' اس نے گویا حنیہ کی موجودگی کو اگنور کر دیا ہو۔

''مجھے آپ میرے ڈیڈی کے گھر ڈراپ کر دیں۔''

''مون بیٹا! آپ کی مما کو غصہ پہلے سے ہی آتا تھا یا میرے آنے بعد شروع ہوا ہے۔'' وہ گاڑی اسٹارٹ کر چکا تھا اور بڑی مستعدی سے وہ مسکراتا ہوا چلا رہا تھا۔ مون اس کی سیٹ کی بیک پکڑ کے کھڑا ہوا تھا۔

''بابا! مما کو غصہ پہلے نہیں اب آنے لگا ہے۔'' وہ پورا اپنے باپ کا چمچہ لگ رہا تھا۔

''مون! بہت مار لگاؤں گی بیٹھو پیچھے ہو کر۔'' حنیہ نے ڈانٹ کے اسے بٹھایا وہ ایسے مڑی ہوئی تھی کہ اشہب کا بازو اس کے رخسار کو چھو گیا فوراً سیدھی ہو گئی۔

''تمہیں کیا تکلیف ہے' وہ مجھ سے بول رہا ہے خبردار جو تم نے آئندہ اسے ڈانٹا۔'' اشہب نے الٹا اسے ہی ڈانٹ پلائی۔

''میں تو ڈانٹوں گی' ماں ہوں اس کی۔'' اس پر بھی ضد سوار ہو گئی تھی۔

''میں بھی اس کا باپ ہوں۔'' اس نے یہ کہہ کر بڑے پریم سے اس کا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ میں جکڑ لیا' دونوں میں باتیں آہستہ ہو رہی تھیں۔ مون منہ پھلائے سیٹ سے ٹیک لگا کے بیٹھا ہوا تھا۔

''چھوڑیئے نا پیچھے مون بیٹھا ہے۔'' دبا دبا احتجاج کیا۔

''تم گھر میں تو قابو آتی نہیں ہو۔'' اس نے گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے بھی اس کے ہاتھ تھامے ہوئے رکھا تھا' حنیہ کا دل دھڑ دھڑ کر رہا تھا' شاپنگ مال آ گیا تو چھوڑا تھا' اس نے ساری شاپنگ اپنی پسند کی کروائی تھی' مون تو بہت خوش تھا۔ شاپنگ کرتے ہوئے مغرب ہو گئی تھی' واپسی پر وہ حنیہ کو میکے لے آیا تھا۔ جب سے وہ آیا تھا' پہلی بار دونوں ایک ساتھ یہاں آئے تھے' ڈیڈی اور ممی تو بہت خوش ہوئے تھے ان دونوں کو ساتھ دیکھ کر ملیکہ اور فوزان کو مون اپنی چیزیں گاڑی سے لا کر دکھا رہا تھا۔

☆......☆......☆

اتنی جلدی شادی کے دن قریب آئے تھے کہ یہ چار دن پتہ ہی نہ چلے تھے۔ حرینہ کی مہندی کمبائن تھی' وہ ہو گئی' آج شادی تھی۔ سارا انتظام اشعر اور جاذب کر رہے تھے' اشہب تو ابھی امریکہ سے آیا تھا' اسے یہاں کا زیادہ پتہ نہیں تھا' تو اس لئے اس کی بچت ہو گئی تھی۔

وہ مون کو تیار کرنے کے بعد پہنچ چکی تھی۔ اشہب بھی تیار ہو کر جا چکا تھا' اس لئے کچھ فراغت ملی تو خود تیار ہونے کھڑی ہو گئی تھی۔ رائل بلیو ساڑھی جس کے بلاؤز اور بیک پر فل ستارے اور کندن کا کام تھا' وہ ڈریسنگ ٹیبل کے آگے کھڑی اپنی ساڑھی کی فال ٹھیک کر رہی تھی۔ یہ رنگ اس پر اتنا دمک رہا تھا کہ اشہب تو مبہوت زدہ سا اسے دیکھے جا رہا تھا۔ وہ اتنی مصروف تھی کہ اسے آہٹ بھی سنائی نہیں دی تھی' جیسے ہی اس نے آنچل اٹھا کر اپنے بازو پر لیا' نگاہ اٹھا کر مڑی سے جھانکتی بھوری بھوری آنکھوں پر پڑی وہ گڑبڑا سی گئی۔ جھٹ پلو پھیلایا۔

''کتنے مزے سے دیکھ رہے ہیں جیسے کوئی بات ہی نہ ہو۔'' اس نے سوچا اور ڈریسنگ ٹیبل کے آگے سے ہٹی' وہ چلتا ہوا اس کے آگے آ گیا وہ ٹکرا ہی گئی' اشہب نے اس کے رخسار کے نیچے لب رکھ دیئے وہ تو بوکھلا ہی گئی۔

''آج بہت پیاری لگ رہی ہو۔'' پھر جھٹکے سے اپنے قریب کر لیا۔

حنیہ کے تو تن بدن میں شرارے سے پھوٹنے لگے تھے۔ تیزی سے اس سے دور ہو کر پشت گھما لی۔ اشہب کے لب مسکرا رہے تھے' کچھ گنگنا بھی رہا تھا۔

''بال بھی کافی لمبے ہو گئے ہیں۔ خاصی سوبر سی ہو گئی ہو' نماز تو باقاعدگی سے پڑھتی ہو لیکن مجھے تم ابھی تک میرے بیٹے کی ماں نہیں لگتی ہو' بالکل چھوٹی سی بچی لگتی ہو۔'' وہ پھر اسے حصار میں لے چکا تھا اور وہ دانت پیس کے اس کا حصار توڑنے لگی مگر وہ اس کی پشت سے حصار باندھ کے اپنی ٹھوڑی اس کے کاندھے پر ٹکا چکا تھا۔

''تم کیا چاہتی ہو مجھ سے کروانا کہ پھر تم مجھے بخش دو۔'' اس کے پشت پر کھلے دراز گیسو کی خوشبو اس کے نتھنوں میں گھس کر اسے مدہوش بنا رہی تھی۔ اشہب نے اسے اپنی جانب گھمایا۔ اس کا چہرہ سپاٹ تھا۔ لائٹ سے میک اپ میں وہ چھوئی موئی سی لگ رہی تھی' اس کے کمر پر بازو حمائل کیا اور ساتھ لگا لیا۔

''سنو! میری دھڑکن تمہیں پکار رہی ہے۔'' وہ اس کے سینے سے بالکل لگی ہوئی تھی۔ اسی وقت مون دروازہ کھول کے اندر آیا تھا' مگر دونوں کو آہٹ ہی نہیں ہوئی تھی۔ وہ معصومیت سے ٹکر ٹکر دیکھ رہا تھا۔

''ایک موقع تو دو' دیکھنا سارے ازالے کر دوں گا۔'' اس کے چہرے پر پڑی لٹوں کو اپنے ہاتھ سے پیچھے کیا۔

''بابا!'' مون کی آواز پر دونوں ہی بوکھلا گئے۔ اشہب نے حنیہ کو دور کیا اور خود بھی گڑبڑایا' حنیہ پشت پھیر کر اپنا پسینہ ٹشو سے صاف کرنے لگی۔

''یار! تم تو بغیر آواز کے آ گئے۔'' اشہب بھی گھبرا گیا تھا۔

''بابا! مما کو چپ کرا رہے تھے نا' میں بھی ایسے ہی کراتا ہوں۔'' وہ معصومیت سے ہی بولا تھا' اشہب مسکرا دیا۔

''سنا تم نے باپ پر گیا ہے بالکل ایسے کرتا ہے وہ۔'' اس نے تائید چاہی۔

''آپ بچے کے سامنے تو احتیاط کریں فضول بولنے سے۔'' وہ ہاتھوں میں چوڑیاں چڑھانے لگی' پھر وہ جلدی جلدی کر کے نکل گئی' کیونکہ سب ہی لان پہنچ چکے تھے' آج سب اس کی تعریف کر رہے تھے جانے کیوں اشہب کی تعریف پر بھی وہ خوش ہو گئی تھی' حرینہ کی رخصتی تک وہ اشہب کے سامنے نہ ٹھہری تھی مگر سب کی نظریں معنی خیز رہی تھیں۔

حرینہ کا ولیمہ وغیرہ سب گزر گیا تھا۔ اتنی مصروفیت رہی کہ پتہ نہیں چل رہا تھا۔ اشہب نے بزنس جوائن کرلیا تھا' مون کا ایڈمیشن کرادیا تھا کیونکہ اشہب کے لاڈ پیار میں وہ کچھ ضدی ہو رہا تھا۔

ثناء بھابی نے تو باقاعدہ مشورہ دیا تھا کہ دوسرے بچے کے بارے میں سوچو اس طرح مون کی ضد بھی ختم ہوگی۔

اشہب اسے ہر طرح سے منا چکا تھا مگر وہ اسے ایسے اگنور کیے ہوئے تھی کہ وہ بے چارہ صبر کے گھونٹ بھر رہا تھا مگر اس کی شوخیوں میں اضافہ ہوگیا تھا' اس کی ایک نہ سنتا اور اتنا زچ کرتا تھا کہ حنیہ اپنا غصہ پھر مون کو ڈانٹ کر نکالتی تھی۔

☆......☆......☆

شب برات آئی اور پھر رمضان شریف کا بابرکت مہینہ اپنی رحمتوں اور برکتوں کے ساتھ شروع ہوگیا۔ اس بار گھر میں الگ رونق تھی' کیونکہ اشہب بھی تھا' ورنہ خاموشی ہی لگتی تھی' حنیہ اور سبیکہ مل کر سحری بناتی تھیں۔ ثناء بھابی سب کو سرو کرتی تھیں مگر حنیہ کی اس سال نئی مصروفیت شروع ہوگئی تھی۔ اسے بار بار اشہب کو اٹھانے جانا پڑتا تھا اور وہ پندرہ منٹ پہلے اٹھتا' نوابوں کی طرح ہر چیز کمرے میں ہی منگواتا تھا' وہ جلتی کڑھتی سارے حکم بجالاتی تھی۔ صرف ابو اور امی کی وجہ سے ان کی نگاہیں ہر وقت اس کا تعاقب کرتی رہتی تھیں۔

''میں اب نہیں اٹھاؤں گی' آخری بار کہہ رہی ہوں۔'' وہ سوئے ہوئے اشہب کو وارننگ دینے لگی تھی۔ اسی وقت وہ سیدھا ہوا۔

''بالکل روایتی بیویوں کی طرح اٹھاتی ہو' اتنے ایڈوانس ملک سے پرورش پاکے آئی ہو' کوئی رومانٹک انداز نہیں ہے تمہارے پاس اٹھانے کا۔'' اس نے مسکرا کے لیٹے لیٹے اس کی گلابی کپڑوں میں ملبوس صورت دیکھی جو غصے سے سرخ ہو رہی تھی۔

''میں آپ کو پہلے بھی بتا چکی ہوں' میں ایسی نہیں ہوں۔'' جانے کیوں ایسا لگا کہ اشہب نے طنز کیا ہو' اسے برا ہی لگا تو گویا ہوئی۔

اشہب نے گہری نگاہوں سے اسے برہم ہوتے ہوئے دیکھا اور اٹھ کر بیٹھا ہاتھ پکڑا اور اسے پہلو میں بٹھالیا۔

''میں آپ کے لئے ناشتہ لینے جارہی ہوں اور پلیز اسے سلادیں' صبح اسکول کے لئے تنگ کرے گا۔'' وہ یہ کہہ کر رکی نہیں چلی گئی۔

☆......☆......☆

حنیہ کا دل کہہ رہا تھا کہ اب اشہب کو معاف کردوں' کتنی ہی بار وہ اپنی انا کے منافی اس سے جھک کر معافی بھی مانگ چکا تھا کہ وہ اشہب سے دوستی کرلے' جو آج بھی اسی سے محبت کرتا ہے' کتنا تو خیال کر رہا تھا' حرینہ کی شادی پر اتنی شاپنگ کرائی تھی اور اب عید سے پہلے ہی اتنا کچھ وہ اس کے لئے روز لاتا تھا کہ شاید وہ مان جائے۔ ثناء بھابی اور سبیکہ بھی روز ہی کہہ رہی تھیں کہ اب بس کرو کتنا اسے ستاؤ گی' افطار وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد سارا کچن اس نے اور سبیکہ نے سمیٹا۔ عشاء کی نماز بھی آج جلدی ہی پڑھ لی۔ کیونکہ گیارہ ساڑھے گیارہ تک اشہب بھی نماز پڑھ کے آجاتا تھا۔ جب تک وہ مون کو سلا کے فارغ ہوچکی ہوتی تھی' مون کو بھی جلدی سلادیا تھا' خود بڑے فریش اور خوشگوار موڈ کے ساتھ اس کا انتظار کر رہی تھی۔ شاکنگ پنک لان کے پرنٹڈ کپڑوں میں وہ ہمیشہ کی طرح دلکش لگ رہی تھی۔ ڈریسنگ ٹیبل سے اٹھا کے پرفیوم اسپرے کیا۔ وہ کمرے میں داخل ہوا محسور کن بھینی بھینی مہک ناک کے نتھنوں

میں گھسی' تو ایک خوشگوار احساس ہوا' بڑی معنی خیز اور حیرت میں مبتلا اپنی بھوری بھوری آنکھوں سے حنیہ کا جائزہ لیا جس کے انداز تک بدلے ہوئے تھے۔

''خیریت آج میرے قتل کے ارادے تو نہیں ہیں؟'' وہ فاصلہ طے کر کے اس کے بالکل سامنے آگیا' اپنا شرمایا ہوا حسن لئے جھینپ کر نگاہ جھکادی۔

اشہب پر تو جیسے شادی مرگ طاری ہوگیا۔ یعنی پتھر کو جونک لگ گئی تھی۔ سرشاری سے ابھی اس کے شانوں پر اپنے مضبوط ہاتھ رکھ ہی رہا تھا کہ اس کا موبائل بیپ دینے لگا' سائیڈ ٹیبل پر وہ رکھا تھرک رہا تھا' اس کی توجہ بٹ گئی' لپک کے موبائل ریسیو کیا' اس لمحے حنیہ کو موبائل اپنی سوتن ہی لگا' دل مسوس کے لب کچلنے لگی۔

''تم میری بات سمجھ تو لو' بولے جارہی ہو۔''

حنیہ کے کان اس کی گفتگو پر کھڑے ہوگئے اور متوجہ ہو کر وہ سننے لگی۔

''تم رہ لوگی بچے کے بغیر لیکن میں بالکل نہیں رہ سکتا نیلم! تم پاگل تو نہیں ہوگئی ہو۔'' وہ بری طرح کسی کو ڈانٹ رہا تھا۔

''نیلم سے بچہ......'' حنیہ زیر لب بولی' الٹی سیدھی سوچیں اس کے دماغ میں آنے لگیں' ابھی کچھ دیر پہلے اس نے کیا سوچا تھا اور اچانک ہی اسے اشہب کی شخصیت دوغلی لگنے لگی۔

''تم کورٹ تک جاؤ نیلم! تم ہار جاؤ گی' سوچ لو بچہ تمہیں پھر بھی نہیں ملے گا' کیونکہ میں گیا تھا اس کے ساتھ وکیل کے پاس۔''

''ڈیورس کبھی نہیں ملے گی اور نہ بچہ ملے گا' عقل سے پیدل لڑکی ہو اپنی زندگی خراب کر رہی ہو' کیا کمی ہے ہر آسائش مہیا کی ہوئی تھی۔'' وہ دوسری جانب کسی لڑکی کو ہی سخت سست سنا رہا تھا۔

حنیہ سے پھر سنا ہی نہیں گیا' وہ کمرے سے نکل گئی' اشہب۔ اس لمحے اس کی موجودگی فراموش کرچکا تھا کہ حنیہ نے اس کی ساری گفتگو سنی ہوگی۔

☆......☆......☆

دوسرے دن وہ اشہب کو بغیر بتائے مون کو لے کر اپنے میکے چلی گئی لیکن کسی کو بھی اشہب کے بارے میں کچھ نہ بتایا تھا' سب سمجھے کہ وہ ویسے بھی کم ہی جاتی ہے دل کر رہا ہوگا رہنے کا تو چلی گئی مگر امی دور اندیش تھیں۔

''اشہب! تم سے کوئی بات ہوئی ہے۔''

''امی! قسم کھانے کو تیار ہوں' مجھ سے تو کوئی بھی ایسی بات نہیں ہوئی کہ وہ یوں اچانک چلی جائے۔'' وہ بے زار اور جھنجھلایا ہوا ان سب کو صفائیاں دے رہا تھا۔ کیونکہ ابو نے جو اسے اپنے کمرے میں بلالیا تھا۔

''آپ کا بیٹا بہت عقل مند ہے' کردیا ہوگا پھر کچھ' وہ بے چاری چلی گئی۔''

''ابو! میں قسم کھانے کو تیار ہوں میں نے کچھ نہیں کہا۔'' وہ اتنا لاچار اور قابل رحم لگ رہا تھا کہ امی نے اس پر نگاہ ڈالی۔

''ہوسکتا ہے وہ خود ہی ایسے ہی چلی گئی ہو' میں ہی غلط سمجھ رہی ہوں۔'' انھوں نے خود ہی پھر بات کو بدلا۔

''تم نے ہی اسے بات کرنے کو بلایا اور اب یہ کہہ رہی ہو' میں اس کی حرکتوں سے کیا واقف نہیں ہوں۔'' ابو کو تو پہلے ہی اشہب پر غصہ تھا۔

ابو اسے کافی دیر تک اور سناتے مگر اشعر بھائی آ گئے تو اس کی بچت ہوگئی‘ اشہب سوچ سوچ کے پریشان تھا کہ کل رات تو اس نے حنیہ کے انداز بالکل ہی جدا دیکھے تھے‘ پھر اچانک اسے ہوا کیا تھا۔

”کہیں میری اور نیلم کی گفتگو تو نہیں سن لی‘ اومائی گاڈ!“ اپنے سر پر ہاتھ مار کے رہ گیا۔

”کدھر کی سواری ہے۔“ جاذب نے اسے پورچ میں ہی روک لیا‘ جو اسپتال سے رمضان میں چھ بجے آجاتا تھا‘ اس وقت بھی اپنی ڈیوٹی کر کے آرہا تھا۔

”آں ہاں وہ اپنی بیگم کو لینے۔“ کچھ شوخی سے بولا۔

”دیکھا کیسے اس کی جدائی برداشت نہیں ہو رہی ہے یار! ابھی تو ایک دن بھی نہیں ہوا۔“ جاذب کو آج اسے چھیڑنے کا موقع مل گیا۔

”وہ کیا ہے کہ جدائی مجھے اپنے بیٹے کی برداشت نہیں ہو رہی ہے۔“ وہ خجل سا ہو گیا۔

”کچھ بھی کہو تمہارے تو اب سارے انداز ہی جدا ہیں۔“

”اچھا‘ اچھا اندر جاؤ‘ سبیکہ بھابی انتظار کر رہی ہیں۔“ وہ تیزی سے اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا تھا۔

جس وقت وہ گھر پہنچا‘ مون لاؤنج میں ڈھیروں کھلونوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔

”مما..... مما بابا آئے ہیں۔“ اس نے خوشی سے نعرہ لگایا۔ وہ اپنے کمرے میں تھی‘ فوزیہ بیگم اور ملیکہ جلدی سے آئی تھیں۔

”اور آنٹی! آپ کی طبیعت کیسی ہے اور انکل کیسے ہیں۔“ اشہب ان کی خیر خیریت پوچھنے لگا۔

”بس بیٹا! اب تو بیماری جو لگ گئی‘ جانا مشکل ہی ہے۔“ وہ افسردگی سے بولی تھیں۔

”اچھا کیا اشہب بھائی! آپ بھی آ گئے‘ کیونکہ ڈیڈی آپ کو فون کروانے والے تھے کہ آج افطار ہمارے ساتھ کریئے گا۔“ ملیکہ خوش ہو کے بولی۔

حنیہ ابھی تک بھی نہیں آئی تھی‘ وہ کافی دیر سے اس کا منتظر بیٹھا تھا‘ مون اپنے کھیل میں مگن ہو گیا تھا‘ افطار سے کچھ دیر پہلے ہی ریحان احمد اور فوزان آئے تھے۔ حنیہ کاسنی کپڑوں میں اپنا خفگی زدہ چہرہ لئے اس کے سامنے تھی۔ بھولے بھٹکے بھی نگاہ نہیں ڈال رہی تھی۔ وہ عصر کی نماز پڑھ کے آیا تو اس نے مون سے پوچھ لیا کہ ”تمہاری مما کہاں ہے؟“

”مما اپنے کمرے میں ہیں۔“ وہ بولا۔

مون پھر اسے کمرے میں لے آیا‘ بلا جھجک وہ دروازہ کھول کر اندر چلا آیا وہ نماز سے فارغ ہی ہوئی تھی۔

”یہ تم بغیر بتائے کیوں چلی آئی ہو‘ گھر میں پتہ ہے سب کیا کیا باتیں اخذ کر رہے ہیں۔“ وہ آتے ہی چڑھ دوڑا۔

”مجھے آپ کی موجودگی گراں گزرتی ہے۔“ پشت پھیر کے گویا ہوئی۔

”یہ اچانک سے تمہیں ہوا کیا کہ میری موجودگی گراں گزرنے لگی‘ نہ مجھ سے ذکر کیا اور نہ کہا یہاں چلی آئیں‘ کیوں؟“ وہ اس کے سامنے چلا آیا‘ اس کا جدید اسٹائلش انداز میں کمرہ اسی طرح ہی ڈیکوریٹ تھا جیسے پہلے یہاں رہتی تھی۔

”سنا نہیں ابھی میں نے کیا کہا ہے۔“ اپنی بات کی جانب پھر اشارہ کیا‘ اشہب نے جھنجھلا کے اپنا سر ہاتھوں میں تھام لیا۔

”دیکھو حنیہ! مجھے پتہ ہے تم نے میری کل والی موبائل پر گفتگو سنی ہے۔“

”مجھے آپ کی کسی بھی بات سے کوئی سروکار نہیں مجھے کچھ نہیں سننا۔“ وہ جانے لگی‘ کیونکہ افطار میں چند منٹ ہی تو رہ گئے تھے۔

”تم ساری لڑکیاں عقل سے خالی ہی ہوتی ہو‘ کوئی بات دماغ میں آتی ہی نہیں ہے‘ ایک تم اور ایک وہ نیلم۔“ وہ تیز لہجے میں بولا۔

حنیہ دانت پیسنے لگی‘ وہ ناگواری سے جانے لگی‘ اشہب نے اس کا بازو پکڑ کر اپنے قریب گھسیٹا۔

”افطار کے بعد تیار ہو جانا ساتھ لے کے جاؤں گا سنا تم نے۔“ وہ رعونت اور دھونس بھرے لہجے میں کہتا ہوا کمرے سے نکل گیا۔

وہ گرم گرم گھونٹ اندر اتار کے رہ گئی۔ اشہب نے اپنی ہی کی اور اسے جانے لئے تیار ہونا پڑا تھا۔ مون تو پہلے ہی نہیں رکنا چاہ رہا تھا۔ حنیہ‘ کا دل اس بار کرچی کرچی ہی ہو گیا‘ وہ ساری ناراضی اور خفگی بھلا کے پہل کر رہی تھی کہ اسے سننے کو کیا ملا تھا کہ اشہب کسی لڑکی سے بات کر رہا تھا اور ذکر بچے کا تھا۔ کل سے دماغ دکھ ہی گیا تھا‘ کیونکہ دل و دماغ میں جنگ چل رہی تھی‘ کتنا رو چکی تھی اس کا دل پھر ایک بار توڑا تھا۔ اتنے سال اس کا انتظار کیا تھا‘ وہ پہلے سے کسی کا ہو چکا تھا‘ دل میں حسد اور جلن ہو رہی تھی۔

☆......☆......☆

رمضان کا پہلا اور دوسرا عشرہ گزر گیا تھا اور اب رمضان اختتام پذیر تھا۔ گھر میں عید کی تیاریاں بھی ہو رہی تھیں‘ حنیہ کو اور ہی چپکی لگ گئی تھی۔ اشہب کی باہر کی سرگرمیاں بڑھ گئی تھیں‘ دیر سے گھر آنے لگا تھا۔ اکثر افطار کے وقت بھی نہیں ہوتا تھا‘ وہ اشہب کی مصروفیت سمجھ رہی تھی کہ کیا ہو سکتی ہے۔

”یہ اشہب کیا آفس سے بھی جلدی چلا جاتا ہے۔“ ابو نے اشعر بھائی سے پوچھا سب ہی ہال کمرے میں بیٹھے تھے‘ حرینہ بھی رہنے آئی ہوئی تھی۔

”وہ ابو! اس کے دوست کا کوئی مسئلہ ہے‘ کورٹ میں کیس چل رہا ہے۔“

حنیہ نے چونک کر اشعر بھائی کی بات سنی۔ غالباً اس دن اشہب بھی موبائل پر کورٹ کا ہی ڈسکس کر رہا تھا‘ یعنی سب ہی باخبر تھے سب کو پتہ تھا اسے ہی لاعلم رکھا گیا تھا اور ہی رونا آنے لگا‘ اس ان دیکھی لڑکی سے جلن ہونے لگی۔

”اچھا‘ اچھا‘ ہاں مجھے بھی بتا رہا تھا‘ ابھی تک حل نہیں ہوا‘ ارے بچہ لے لے‘ دیکھنا کیسے سیدھی ہوگی‘ بیوی دوڑی دوڑی آئے گی۔“ ابو نے بھی کہا اسی وقت حنیہ کھڑی ہو گئی‘ کیونکہ اس ان دیکھی لڑکی کا ذکر برداشت جو نہیں ہو رہا تھا‘ اپنی حیثیت اکورڈ سی ہی لگ رہی تھی۔

رات کو وہ آیا تو خاصا خاموش تھا۔ سب سے پہلے امی اور ابو کے پاس گیا تھا‘ کافی دیر ان کے پاس بیٹھا تھا‘ جاذب سے بھی جانے کیا کیا ڈسکس کر رہا تھا۔ حنیہ اندر ہی اندر پیچ و تاب کھا رہی تھی۔ مطلق جیسے اس کی کوئی پرواہ نہیں‘ اور وہ اس کی اتنی پرواہ کر رہی تھی کمرے میں آ گئی تھی۔ مون بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ کروٹ کئے لیٹی تھی اور ذہن الجھا ہوا تھا۔ آہٹ پر وہ سنبھل گئی اور ایسی بن گئی کہ جیسے سو رہی ہو۔

”مجھے پتہ ہے تم سو نہیں رہی ہو۔“ وہ بیڈ کے سرے پر بیٹھا جھک کے اپنے جوتے اور موزے اتارنے لگا تھا۔

”کل افطار کے بعد تیار ہو جانا‘ مجھے اپنے ایک دوست کی طرف جانا ہے۔“ وہ پھر اس کے قریب ہی دراز ہو

گیا' وہ ایسی بنی لیٹی تھی کہ جیسے سن ہی نہ رہی ہو۔

''حنیہ! میں تم سے کہہ رہا ہوں۔'' وہ اس کی پشت پر جھک کے اس کے کان میں بولا وہ ناگواری سے چتون سکیڑ کے رہ گئی۔

''کیا ہے آہستہ تو بولیے۔'' وہ بھی غصہ میں آ گئی۔ اشہب اس کے قریب اپنا بایاں ہاتھ کہنی سے ٹکا کے دراز تھا۔

''تم آج کل کچھ کم سننے لگی ہو' اس لئے سوچا کہ قریب جا کے بول دوں۔'' وہ پھر جھکا تھا' مگر اب حنیہ اٹھ چکی تھی۔

''یار! کبھی تو اچھے موڈ میں بھی مل جایا کرو' بہت بور کرتی ہو۔''

''دوسری لے آیئے نا' بور نہیں کرے گی۔'' طنز کرنے لگی۔

اشہب کے لب مبہم سے مسکرائے' وہ اس کی بات کا مطلب بھی سمجھ گیا تھا' اور اسے مزا آ رہا تھا' حنیہ کی حالت پر جو غصے میں اور جل کے اسے بہت کچھ بول دیتی تھی' اسے پتہ چل ہی گیا تھا کہ وہ اس کے دل میں کتنی جگہ پا چکا ہے۔

''کل ہم ڈھیر ساری شاپنگ کریں گے' تمہارے سارے اگلے پچھلے تمام ارمان پورے کر دوں گا۔''

''اطراف میں بھی دیکھیں' کیا پتہ اس کے ارمان آپ نے پورا نہ کئے ہوں' وہ بھی رہ گیا ہو۔'' جل کے کچھ طنزیہ ہی کہا۔

''ہے نا میرا بیٹا یار! بہت ہی کیوٹ ہے بالکل مجھ پر گیا ہے اس کے بھی ارمان ہیں۔'' اس نے مذاق ہی میں بات اڑائی۔

''وہ بیٹا آپ کا ہی نہیں میرا بھی ہے۔'' مون پر اشہب کی ملکیت اسے غصہ ہی دلا گئی۔

''یہ مت بھولو' میرا حصہ اور کردار زیادہ ہے۔'' معنی خیز اور شوخ سی آواز میں بول کے اس کے قریب ہوا وہ جھینپ سی گئی۔

''بہت برے لگ رہے ہو آپ اس طرح باتیں کرتے ہوئے دھوکے میں کسے رکھ رہے ہیں مجھے یا......''

''یا......اسے جس کی گفتگو تم نے مجھ سے کرتے ہوئے سنی' تمہارا اشارہ نیلم کی طرف ہے۔ ویسے لڑکی وہ بھی خوبصورت ہے لیکن تم سے کم۔'' شوخی و ترنگ میں کہتے ہوئے اس پر پھر حصار باندھا تھا۔ حنیہ نے ہاتھ جھٹک دیا۔

''پھر اسی کے پاس جایئے میرے پاس کیوں چلے آئے۔'' بیڈ سے اٹھ کے وہ خفگی دکھاتی ہوئی صوفے پر بیٹھ گئی' اشہب کا بار بار قریب آنا اسے ناگوار گزر رہا تھا۔

''کل جائیں گے نا تم اور میں' ویسے ایک راز کی بات بتاؤں ایک بیٹی بھی ہے' بڑی پیاری بالکل اپنے باپ پر گئی ہے۔'' وہ پھر اسے چڑانے لگا۔

اب حنیہ سے برداشت نہ ہوا' تو وہ تنک کے کمرے سے ہی نکل گئی' اشہب نے زوردار قہقہہ لگایا اسے مزا آ رہا تھا' حنیہ کا ایسا ناراض اور غصہ والا انداز دیکھ کر دوسرے دن اسے مجبور آ جانا ہی پڑ رہا تھا' کیونکہ اشہب نے امی سے کہا تھا کہ وہ بھی حنیہ کو یاد سے کہہ دیں۔

جبکہ حنیہ کا دل تو اس بری طرح اس بار کرچی کرچی ہوا تھا کہ وہ کرچیاں اب وہ کبھی نہیں سمیٹ پائے گی چار سال اس کا انتظار کیا تھا' اپنے آپ کو جوڑ کے رکھا تھا کہ کبھی تو آئے گا' پھر وہ اس پر خوب غصہ نکالے گی مگر یہ سب اس کا خواب ہی رہ گیا' وہ تو پہلے ہی کسی اور کا ہو کے آ چکا تھا۔ اس کی گنجائش شاید اس نے اتنی نکالی تھی کہ وہ اس کے بچے

کی ماں تھی یا پھر ابو امی کی وجہ سے کہ وہ ان کے مزید ڈانٹ پھٹکار نہیں سن سکتا۔

گھر آ چکا تھا فیروزی کاٹن کے سوٹ پر فینسی ورک کا کام ہوا تھا' اس پر فیروزی ہی کڑھائی کا دوپٹہ تھا' پوری میچنگ بھی کی تھی۔ روزہ ہونے کی وجہ سے میک اپ سے اس نے گریز کیا تھا۔

''چلیے محترمہ! اتریئے آ گیا گھر۔'' وہ فرنٹ ڈور کھول کے گویا ہوا۔ ذہن تو اس کا الجھا ہوا تھا' مون پیچھے کا دروازہ کھول کے باہر کھڑا تھا۔ حنیہ غائب دماغی سے اس کے ساتھ چل پڑی۔ چھوٹا سا بنگلہ نما ہی مکان تھا' چھوٹا سا لان پھر اندر وہ لاؤنج سے ہی داخل ہوئے تھے۔

''السلام وعلیکم!'' نیلم کا فرشی سلام تھا۔ گود میں اس کے چند ماہ کی بچی تھی جو اشہب نے لپک کے گود میں لے لی۔

''کب سے میں آپ کا انتظار کر رہی تھی۔''

''یہ بتاؤ گھر میں سیٹ تو ہو گئی ہو؟'' وہ لاؤنج میں ہی بیٹھ گئے۔

''بالکل ٹھیک ہوں اور آپ کا تھینکس ورنہ میں شاید بے وقوفی میں ماری جاتی۔'' وہ خوش ہو کے بتانے لگی۔

حنیہ بالکل خاموش بیٹھی تھی۔ مون کو کارپٹ پر ڈھیروں کھلونے پڑے نظر آئے تو وہ ان کے ساتھ ہی لگ گیا۔

''آپ کی یہ بیگم بہت پیاری ہیں۔'' اس نے کھلے دل سے گم صم بیٹھی حنیہ کی تعریف کی جو جان بوجھ کے لاتعلقی ظاہر کر رہی تھی۔

''یہ بیگم کیا تم نہیں ہو کیا۔''

حنیہ کو اس لمحے اتنا غصہ آ رہا تھا کہ اشہب کو یہاں سے اٹھا کے لے جائے کہ یہ آدمی اس کا ہے' یہ لڑکی کون ہوتی ہے اس پر اپنی اہمیت جتانے والی۔

''میں اتنی اچھی ہوتی تو بے وقوفی کرتی۔''

''آخاہ آ گئے آپ۔'' دونوں ہاتھوں میں شاپرز اشیاء سے بھرپور اندر آتے شخص نے خوشی سے ہی کہا۔ اشہب نے بھی اسے دیکھا' حنیہ کی بھی نگاہ اٹھی' نیلم جھٹ اس کے ہاتھ سے شاپرز لینے آگے بڑھی تھی۔

حنیہ کی سوالیہ اور حیرانگی سے پر نگاہیں' اشہب کے لب مسکرا اٹھے۔

''اگر آج تو بھابی کو نہ لاتا نا میں گھسنے نہ دیتا۔'' فراز نے حنیہ کو سلام کیا وہ جھک کے سر ہلا کے رہ گئی۔ فراز نے پھر مون کو بھی اٹھا کے پیار کیا۔

''یار! بیٹا تو تیری کاربن کاپی ہے' بھوری آنکھیں ہیں تیری طرح۔'' وہ تعریف کئے بنا نہ رہ سکا تھا۔

ننھی مریم نے رونا شروع کیا تو فراز نے لے لیا۔ کیونکہ نیلم کچن میں چلی گئی تھی۔

''یار نیلم! یہ رونے لگی ہے۔'' فراز نے ہانک لگائی۔

''ایک بچی تجھ سے نہیں سنبھل رہی۔'' اشہب نے چھیڑا۔

''یار' بہت روتی ہے اپنی ماں کی طرح۔''

''کیا میری طرح۔'' نیلم نے سنا تو آنکھیں نکالے باہر آ گئی۔ دونوں کی پھر نوک جھونک شروع ہوئی تو اشہب نے سیز فائر کروایا۔

حنیہ ہلکی پھلکی ہو گئی۔ ایک دم سے کیونکہ نیلم اشہب کے دوست کی بیوی تھی۔ دونوں پہلے امریکہ میں تھے نیلم پاکستان آنا نہیں چاہ رہی تھی' بات طلاق تک پہنچ گئی تھی' بڑی مشکلوں سے اشہب نے ہی دونوں کے درمیان صلح کروائی

تھی۔

افطار وغیرہ کے بعد وہ چاروں ہی شاپنگ پر ساتھ نکلے تھے۔ عید کی شاپنگ اشہب' حنیہ کی خود ہی اپنی پسند سے کر رہا تھا' جبکہ نیلم تو فراز سے لڑے جا رہی تھی کہ کچھ تو اس کی پسند کی بھی کرنے دے مگر دونوں سن ہی نہیں رہے تھے' بارہ بج گئے تھے۔ مون سو چکا تھا' اشہب نے احتیاط سے اسے پچھلی سیٹ پر لیٹا دیا۔ رمضان کا آخری عشرہ تھا۔ اس لئے بہت رش ہو رہا تھا واپسی میں وہ کچھ خوش بھی تھی۔ اشہب اسے کن انکھیوں سے کئی بار دیکھ چکا تھا' اس نے گولڈ کا لاکٹ چین بھی اسے دلایا تھا۔ گلے میں پڑے لاکٹ کو پکڑے ہوئے مسکرائے جا رہی تھی۔

''میں نے تمہیں اتنے گفٹ دلوا دیئے ہیں' اس لئے ایک گفٹ تمہیں بھی مجھے دینا پڑے گا۔'' گاڑی گھر کے آگے روکی۔

''کیسا گفٹ؟'' وہ حیرانگی سے گویا ہوئی۔

''گفٹ تو دینا ہوگا کیسا یہ تم خود سوچو۔'' گیٹ کھلا اور گاڑی اندر چلی آئی۔ حنیہ گہری سوچ میں پڑ گئی کہ وہ اتنا سنجیدہ کیوں ہو رہا تھا' ورنہ شاپنگ کے وقت کتنا چہک رہا تھا' گھر آتے ہی سپاٹ سا کیوں ہو گیا تھا۔

☆......☆......☆

رمضان رخصت ہی ہونے والے تھے' درمیان میں ایک دن تھا وہ بہت الجھن کا شکار تھی کہ اشہب کو کیا گفٹ دے' جب بہت سوچ بچار کے بعد بھی کسی نتیجے پر نہ پہنچی' تو اس نے سبیکہ اور ثناء بھابی سے سب مدعا بیان کر دیا دونوں ہی مسکرانے لگی تھیں۔

''بے وقوف لڑکی' وہ اتنا واضح اشارہ دے گیا ہے کہ اب تم خود پہل کر کے اسے یہ گفٹ دو کہ تم نے اسے معاف کر دیا ہے۔'' ثناء بھابی نے کہا۔

''جی!'' وہ سکتے میں ہی آ گئی' کیونکہ یہ تو اس نے سوچا ہی نہ تھا۔

''کیونکہ تم اسے غلط سمجھی تھیں' اس لئے اب ساری غلط فہمی تم خود بتاؤ۔''

''میں ناراض کب ہوں مانی ہوئی تو ہوں۔'' نگاہ حیاء سے جھکی ہوئی تھی۔

''لیکن تم اپنی خوشی سے کہہ کر اس کے قریب جاؤ گی' تو زیادہ خوشی کی بات ہوگی۔'' سبیکہ نے ذرا کھلے الفاظ میں سمجھایا۔

حنیہ کو تو سوچ کے ہی پسینہ آ گیا' اشہب خاصا رومانٹک اور بے باک سا ہو گیا تھا۔

''میں تو بھئی جلدی سے سب کے کپڑے ریڈی کر دوں' پھر کچن بھی دیکھنا ہے مجھے پتہ ہے کل یقینی چاند نظر آ جائے گا لیکن میرے دیور کی اگر تم عید سے پہلے عید کر دو تو عید کی عید بھی ہو جائے۔'' وہ معنی خیزی اور شرارتی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر گویا ہوئی سبیکہ بھی مسکرانے لگی تھی' حنیہ نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

اس نے پہلے اشہب کے اور مون کے سارے کپڑے پریس کر دیئے تھے۔ سبیکہ' چچا جان اور چچی جان کے کپڑے پریس کر رہی تھی۔ کیونکہ جب انعم سو جاتی تھی پھر وہ کام نمٹاتی تھی۔

اشہب اسے منتظر نگاہوں سے دیکھ رہا تھا جو مون کا اسکول بیگ درست کر کے ڈریسنگ روم میں رکھ رہی تھی۔

''بابا! پتہ ہے جب آپ نہیں تھے مما آپ کی تصویر دیکھ کر باتیں کرتی تھیں اور روتی رہتی تھیں۔'' مون نے بے ساختہ ہی اس سے کہا۔

حنیہ نے مون کو گھورا اشہب کو ہنسی آ گئی۔

''مون! تم کب سوؤ گے' صبح پھر دیر کرتے ہو۔'' وہ اسے ڈانٹنے لگی کیونکہ اس سے بعید نہ تھی کہ اشہب سے وہ اور جانے کیا کیا بک دے۔

''میں اب جیتا جاگتا آ گیا ہوں' میرے گلے لگ کے روؤنا۔'' اس نے حنیہ کے کان میں سرگوشی کی۔

''ہاں' تو مون بیٹا! آپ کی مما اور کیا کرتی تھیں۔'' اشہب کو حنیہ کا شرمانا گھبرانا اتنا اچھا لگ رہا تھا کہ اس کے گالوں پر سرخی چھلکتی ہوئی لگ رہی تھی۔

''بابا! مما کہتی تھی آپ بالکل اپنے بابا کی شکل کے ہو۔''

''آپ اسے سونے دیں نا یہ پھر جاگتا رہے گا۔'' وہ بیڈ پر ہی آ گئی۔

''کیوں اس کے سونے کے بعد میری لوری کا انتظام ہے تمہارے پاس' تو اسے ابھی سلا دیتا ہوں۔'' خاصی بے باکی اور معنی خیزی سے بولا تھا۔

''بابا! لوری کیا ہوتی ہے۔'' مون نے معصومیت سے پوچھا۔

''بیٹا! لوری صرف آپ کی مما کو آتی ہے اور یہ مجھے سنا دیں گی تو میں پھر آپ کو سناؤں گا۔'' وہ بول مون سے رہا تھا مگر نگاہ حنیہ کے چہرے پر تھی وہ لب بھینچ کے رہ گئی تھی۔ اشہب سے نگاہ ملانا دو بھر ہو رہا تھا۔

''مما! جلدی سنایئے نا پھر بابا مجھے سنائیں گے۔'' وہ بچہ تھا اشہب کی معنی خیز باتیں اس کے خاک پلے پڑتیں۔

''پہلے آپ سو جائیں' صبح پھر بڑے پاپا کے ساتھ جانا ہے نا' وہ اذان اور امیمہ کو شاپنگ کروانے لے کے جائیں گے' آپ کو بھی تو کہا ہے انھوں نے۔'' وہ اسے سلانے کے لئے قریب ہی بیٹھی' مون دونوں کے درمیان میں سوتا تھا' پھر تھا بھی ذرا سمجھ دار' بہت محتاط انداز میں وہ اشہب سے مخاطب ہوتی تھی۔

''یعنی! آج لوری کا چانس ہے۔'' اشہب آنکھوں میں خمار لئے اسے دیکھنے لگا' گھبرا کے وہ مون کو تھپکنے ہی لگی تھی' پھر اشہب نے نہ چھیڑا آدھے گھنٹے میں وہ سو گیا۔ اشہب کو بھی لگتا تھا نیند آ گئی یعنی' حنیہ اپنا بقیہ کام سمیٹنے لگی اسی وقت اشہب کی آواز پشت پر ابھری۔

''کب محترمہ! خود سے پہل کریں گی۔'' وہ خاصا خفا اور ناراض لگ رہا تھا' بلیو نائٹ ڈریس میں الجھے بال آنکھوں پر گلاسز ڈیسنٹ اور چارمنگ لگ رہا تھا۔

''کیسی پہل؟'' وہ انجان ہی بنی۔

''دیکھو میرا اور اپنا وقت ضائع مت کرو اور مجھے آئے ہوئے دو ماہ سے اوپر ہو گئے ہیں ابھی تک تم خود سے میرے قریب نہیں آئی ہو۔'' کتنا بے باک ہو گیا تھا حنیہ کے تو چھکے چھوٹ گئے اس نے تھوک نگلا۔

''جب دل قریب آ چکے ہوں تو یہ درمیانی فاصلہ کوئی معنی نہیں رکھتا۔'' یہ کہہ کر وہ واش روم میں گھس گئی۔

اتنا کھلا اور انوکھا اظہار اشہب تو خواب کی سی دنیا میں آ گیا۔ لب مسکرا اٹھے اس کے اتنے سے ہی لفظ میں بہت کچھ تھا یعنی اس نے معاف کر دیا تھا۔ واش روم کے دروازے پر نگاہ ڈالی۔

☆......☆......☆

دوسرے دن واقعی چاند نظر آ ہی گیا تھا۔ حنیہ کے میکے سے امی ابو پہلے ہی عیدی وغیرہ لے آئے تھے حرینہ کی عیدی بھی وہ سب دے آئے تھے اس بار عید کی خوشیاں الگ ہی تھیں' سب ہی کچھ نکھرا ہوا اور اچھا لگ رہا تھا سبیکہ اور

ثناء بھابی کے ساتھ مل کر عید کے کافی لوازمات تیار کیے تھے اس نے سوچا تھا کہ اشہب کی آج وہ ساری تشنگی مٹا دے گی وہ جو اس کے لئے سرتاپا محبت بن گیا تھا اسے محبت کا ہی تحفہ دینا چاہتی تھی۔

یہ اس کی اتنی بڑی آزمائش ہی تھی کہ وہ پوری اتر گئی تھی کتنے صبر سے اس نے وقت گزارا تھا اور اوپر والے نے اسے چھپر پھاڑ کے نوازا تھا جتنے بھی شکرانے بجالاتی اس کے لئے کم تھا۔

ثناء بھابی اذان اور امیمہ کو سونے بھیج چکی تھیں سبیکہ' انعم کو پہلے ہی سلا چکی تھی کیونکہ جاذب ڈیوٹی کرنے گیا تھا تو وہ بھی اسے سنبھال رہا تھا۔ البتہ مون حنیہ کے آگے پیچھے گھوم رہا تھا کہ وہ چل کر سوئے نیند سے اس کی آنکھیں بوجھل تھیں۔

''بیٹا! ابھی آتی ہوں' آپ بابا کے پاس چلے جاؤ۔''

ڈائننگ ٹیبل پر وہ صبح کے لئے سارے برتن سیٹ کر کے رکھ رہی تھی تاکہ سب عید کی نماز پڑھ کے آئیں گے تو مشکل نہ ہو۔

''میں کب سے کہہ رہا ہوں لیکن تم نے اس کی عادت ہی اتنی خراب کر دی ہے کہ مجھے چڑ ہونے لگی ہے تم جب تک کمرے میں نہیں آؤ میں کونسا سوتا ہوں۔'' اس کے غصے میں بھی معنی خیزی تھی۔

حنیہ تو جھینپ کر اس کے برہم چہرے کو دیکھنے لگی' وہ آج بہت غصے میں لگ رہا تھا۔ وہ مون کو گود میں اٹھا کے لے گیا تھا۔

''اب بس بھی کرو مون رو رہا ہے۔'' امی اسے کہنے چلی آئی تھیں۔

''امی! بس سب ہو گیا ہے آپ کے اور ابو کے میں نے کپڑے وارڈ روب میں لٹکا دیئے ہیں۔''

آواز بھی تو اب اتنی فریش تھی' امی مسکرا دی تھیں کہ کتنے عرصے بعد اسے یوں اتنا چہکتا ہوا دیکھا تھا۔ اسے دل میں دعائیں دی تھیں۔ جس وقت کمرے میں آئی لائٹ آن تھی مون کو اس نے سائیڈ پر سلایا ہوا تھا بیڈ پر جگہ درمیان میں چھوڑی ہوئی تھی نگاہوں میں اس کی بہت کچھ تھا۔ پیچ کلر کا کاٹن کا سوٹ اس کا ملگجا سا ہو گیا تھا۔ کپڑوں پر کچھ داغ بھی تھے جو اس نے کچن میں لگائے تھے۔ اشہب بغور اس کا جائزہ لے رہا تھا۔

''ذرا غسل فرما کر اپنا حلیہ درست کر کے آئیے۔'' سپاٹ سے انداز میں گویا حکم ہی دیا۔ حنیہ نے خود پر نگاہ ڈالی تو شرمندہ سی ہوئی مگر اس وقت اس کا غسل کا موڈ نہیں ہو رہا تھا' تھکن جو ہو رہی تھی صبح پھر جلدی اٹھنا تھا' رات کے دو بج گئے تھے۔

''سونا ہی تو ہے صبح کر لوں گی۔'' گویا اس نے ڈرتے ڈرتے اس کی بات ٹالی۔

اشہب کی تیوریوں پر بل پڑ گئے تھے۔ حنیہ کچھ سہم سی گئی کیونکہ پہلے ہی وہ اتنی دیر لگا کے آئی تھی۔

''میں جو کہہ رہا ہوں تم سنتی نہیں ہو آج جو میں کہوں گا اور کروں گا تم منع بالکل نہیں کرو گی ہری اپ۔''

وہ بیڈ سے آہستگی سے اٹھا تاکہ مون نہ اٹھ جائے۔ وارڈ روب اس نے کھولی اور جو کوئی بھی سوٹ ہاتھ میں آیا اسے تھمایا۔ ''پندرہ منٹ کے اندر نہا کے باہر آؤ۔ ساتھ یہ حکم بھی دیا۔''

حنیہ اس کے بدلتے روپ پر حیران تھی کہ اچانک سے اسے ہوا کیا وہ تو یہ سوچ کے آئی تھی کہ اشہب سے وہ خود غلط فہمی دور کرے معافی تلافی کرے گی مگر یہاں آ کر دیکھا تو اشہب کے انداز ہی جدا تھے۔

وہ لب کچلتی ہوئی نہانے گھس گئی تھی۔ اشہب جب تک اس کا انتظار کرتا رہا تھا۔ وہ بیس منٹ میں باہر نکلی تھی۔

بالوں کو اس نے واش روم میں ہی خشک کر لیا تھا وہ اس سے اتنا گھبرا رہی تھی کہ نگاہ نہیں اٹھ رہی تھی۔ اشہب دونوں ہاتھ اپنی پیٹھ پر ٹکائے اس کا جائزہ لینے لگا۔ خوبصورت سا نازک سا سراپا دھلنے کے بعد خاصا چمک رہا تھا۔ رخساروں پر پانی کے قطرے بالوں سے پھسل پھسل کے گر رہے تھے۔ وہ اسے وارفتگی سے دیکھتا ہوا اس کے اتنے پاس آ گیا کہ وہ کچھ گھبرا سی گئی' پہلی جو حرکت تھی وہ تو بے ہوش ہونے کے قریب ہو گئی۔

''کافی دل لگا کے غسل کیا ہے۔'' مسحور کن مہک اس کے نتھنوں میں گھسی' حنیہ کی تو شرم و حیا سے ہاتھ پیروں میں سنسناہٹ سی ہونے لگی۔

''بہت دیر ہو گئی ہے صبح اٹھنا بھی ہے۔''

''میں سونے دوں گا تو صبح اٹھو گی ناں' یہ بتاؤ مجھے کہ موڈ کیسے ٹھیک ہو گا تمہارا۔'' اشہب نے اس کے شانوں پر اپنے مضبوط ہاتھ جمائے۔

حنیہ نے اپنی گھنیری پلکوں کی باڑھ اٹھائی اس نے مسکرا کر اور محبت سے لبریز بھوری آنکھوں میں دیکھا۔

''مجھے آپ سے بہت شکایتیں ہیں۔'' وہ فوراً خفگی دکھانے لگی۔

''شروع ہو جاؤ جلدی سے کہ کیا کیا شکایتیں ہیں۔'' اس نے حنیہ کا ہاتھ پکڑا اور بڑے صوفے پر اسے لے کر بیٹھ گیا مون بے خبر سو رہا تھا۔

''آپ نے میرے ساتھ بالکل اچھا نہیں کیا' کتنا الٹا سیدھا مجھے بولا تھا کہ میں کیسے یقین کر لوں کہ تم ان چھوئی ہو۔'' یہ پھانس تو شروع سے دل میں چبھ گئی تھی۔

''وہ میں نے جان بوجھ کے ایسا کہا تھا مجھے ابو نے ساری بات سامنے رکھ کر ہی شادی کے لئے ہاں کروائی تھی کہ ریحان انکل اپنی بیٹیوں کی شادی پاکستان میں ہی کرنا چاہتے ہیں کیونکہ انھیں تم سے ڈر تھا۔''

''مجھے یہی تو اور افسوس ہوتا ہے کہ میرے ڈیڈی نے بھی ایسا ہی سمجھا تھا میں پر اعتماد ضرور تھی مگر اتنی بے باک کبھی نہیں رہی ہوں' میری زندگی میں اور میرے قریب آنے والے آپ پہلے اور آخری مرد ہیں۔'' بولتے ہوئے اس کا لہجہ تک بھیگ گیا تھا۔

''میں شادی نہیں کرنا چاہتی تھی بس یہ بات تھی۔''

''اب ہو گئی ہے تو اب کیا کہتی ہو۔'' اس نے حنیہ کے کومل نازک سے دونوں ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھوں میں لے لئے۔

''یہی کہ میں شادی کے بعد بہت خوش ہوں آپ کے جانے کے بعد سب نے میرا اتنا خیال کیا ہے اور رکھا ہے کہ میں رو پڑتی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اتنا نوازا ہے ایک آپ ہی تو میرے پاس نہیں تھے لیکن مجھے یقین تھا آپ ضرور آئیں گے۔''

بال بکھر کے شانوں پر آ گئے تھے گیلے گیلے بالوں سے شیمپو کی مہک اشہب پر سوار ہو رہی تھی۔

''دیکھو' تمہیں یقین تھا اور میں آ گیا۔''

''لیکن مجھے یہ خبر نہیں تھی کہ میں واپس آؤں گا کہ مجھے اتنا پیارا سا ایک بیٹا بھی ملے گا۔'' اب اس کی نگاہ مون پر پڑی جس نے سارے نقش اس کے ہی تو چرائے تھے۔

''میری آپ کے جانے کے بعد اتنی طبعیت خراب ہوئی تھی آپ کا مجھے صدمہ ملا تھا کہ چلے جو گئے تھے اور نہ

خبر لی میں نے بڑی مشکلوں سے وہ وقت کاٹا ہے' مون بہت کمزور تھا پورے ایک ہفتے آکسیجن میں رکھا گیا تھا۔''

''میں بھی تو وہاں جا کر ایسا بھول گیا تھا۔ بس غصہ اور انا سوار تھی کہ تمہیں جھکا کے رہوں گا۔'' اشہب کے چہرے پر ندامت چھلکنے لگی۔

''آئی ایم سوری حنیہ! میں بھی غلط تھا تم سب کو دکھ دیا۔'' وہ افسردگی سے گویا ہوا۔

''چلیئے وہ سب آزمائش تھی جو گزر گئی اب اچھے دن شروع ہو گئے ہیں' اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے مجھ پر اپنا کرم کیا۔'' اسے اشہب کی افسردگی اچھی نہیں لگی تھی۔

''تم نے مجھے معاف کر دیا ناں؟'' حنیہ کا چہرہ سامنے کیا۔

''دل و جان سے کیا۔'' اس نے مطمئن کرنے کے لئے اشہب کے شانے پر اپنا سر رکھ دیا۔

''تھینکس حنیہ! مجھے نہیں پتہ تھا تم اتنی بدل جاؤ گی اور اتنی اچھی ہو گئی ہو گی۔'' اپنے لب اس کی پیشانی پر رکھ دیئے۔

''میں تھی ہی اچھی' طریقہ آپ کا غلط تھا۔''

''یار کیا کرتا' بیچ پڑھائی میں شادی کروائی' میں پڑھائی پر توجہ دیتا یا تم پر میں جھنجھلا گیا تھا۔''

اعتراف کرتا وہ اتنا اچھا لگ رہا تھا کہ حنیہ نے اس کے ہاتھوں پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔

''چلو اگلی بار تمہیں دیکھنا کتنا آرام دوں گا۔'' وہ معنی خیزی سے مسکراتے ہوئے اس کے کان میں سرگوشی کرنے لگا۔

''اگلی بار کیوں' ابھی سے آپ کی ڈیوٹی شروع' بہت تنگ کیا ہے آپ نے۔'' وہ مصنوعی ناراضی دکھانے لگی۔

''مون تو چار سال کا ہو ہی گیا ہے' میرے خیال میں اب......''

''جی' بس کریں چلیئے سونے کی تیاری کریں صبح بہت کام ہیں۔'' وہ جھینپ گئی۔ کیونکہ اشہب کی نگاہوں کی معنی خیزیاں وہ سمجھنے لگی۔''

''ادھر بیٹھو ابھی۔'' ہاتھ گھسیٹ کر دوبارہ پہلو میں گرا لیا۔

''اف میرے بال۔'' کیونکہ اشہب نے وہی کھینچے تھے۔

''پلیز سونے دیں' صرف آج بخش دیں' پھر کبھی منع نہیں کروں گی۔'' ایسی معصوم سی صورت بنائے وہ بولی تھی کہ اشہب نے قہقہہ لگایا۔

''چلو کیا یاد کرو گی لیکن کل تیاری میں کوئی کسر نہ چھوڑنا' ورنہ پھر مجھے تم جانتی ہو۔'' وہ مسکرا کے دھمکی دینے لگا۔ حنیہ نے حیا سے نگاہ جھکا لی تھی وہ اس عید سے پہلے ہی آ گیا تھا' اس کی عید تو 2 ماہ پہلے ہی ہو گئی تھی کتنا خوش تھی جو کچھ بدگمانی تھی سب دور ہو گئی تھی۔

''وہ نیلم اور فراز بھائی کے بھی کل چلیں گے۔'' یکدم بولی۔

''نیلم کو تم یہ سمجھیں کہ میری اس سے..........''

''بس کریں مجھے مزید شرمندہ نہیں کریں۔''

اس نے اشہب کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا' وہ یہی تو غلط سمجھی تھی بعد میں پتہ چلا کہ نیلم اشہب کی دوست کی بیوی ہے جو امریکہ سے پاکستان نہیں آنا چاہ رہی تھی' ڈائیورس لینا چاہ رہی تھی اور اشہب نے دونوں میں صلح کروائی تھی۔

☆......ختم شد......☆